© rasailojaraid.com

راولپنڈی کی ادبی روایت
(سلطان شادمان خان تا نسیمِ سحر)

فرزند علی سرور*

Abstract

Known as Naseem e Sehar in literary circles, Muhammad Naseem Malik was born in Rawalpindi on 15.2.1944. His family belongs to a village Maari in Khushaab from where they migrated to Rawalpindi. The main reason this family earned literary recognition and fame in "Rawal Des" or Rawalpindi was having in it renowned literary personalities like Hakim Ghulam Nabi Kamil, Abdul Aziz Fitrat and Muhammad Ayub Mohsin. The literary reflections and dimensions of these renowned personalities are highly reflected in the works of Naseem e Sehar and he can be called a perfect representative of his literarily rich family.

Naseem e Sehar did his matriculation from Muslim High School No. 2, Saidpuri Gate, Rawalpindi, where he got in touch with teachers and friends having literary taste, thus developing in him a good taste for literary activities. While in school, he jotted down some stories for children's magazines. Later, he also started writing humorous stories and articles; after some time he started writing poetry also, and his first poetry book titled "Pehli Uraan" (First Flight) was published in 1977, which proved a strong and confident expression of his poetic talent, and was well received by the literary and intellectual circles.

Thereafter, continuing his literary endeavors, spread over many years, various books of Naseem e Sehar's poetic writings were

* ایم فل اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

published one after the other, containing ghazals, poems, haikus, Hamd o Na'at, and last but not the least, his humorous poetry. His never-ending literary endeavors are going on in full swing.

Apart from being a poet and critic, he is also an expert translator, having translated more than a thousand short stories from English into Urdu; he also bears to his credit translation of two famous books of psychology and public relations authored by Dale Carnegie.Thus, he got himself acknowledged as a renowned translator as well.

Although he was in Saudi Arabia for more than three decades, yet he remained fully attached to literature, creatively as well as practically. While in Saudi Arabia, he started publishing a quarterly literary magazine from Pakistan, titled SAHAAB which continued its publication for more than twelve years, and was very much welcomed by literary circles not only in Pakistan, but also Saudi Arabia, India, Europe and America. During his prolonged stay in Saudi Arabia, he was fully attached with the mainstream of literature of the Sub-Continent, and that is why, ever since he returned to Pakistan in 2011, he is still shining and visible on the literary scene. Having a family history of literary achievements in Pothohar region, all literary circles admire his important literary contributions, and are convinced that the literary tradition and scene of Rawalpindi is incomplete without him.

The research article covers the literary tradition of Rawalpindi from Sultan Shadman Khan to Naseem e Sehar. In this article, an attempt has been made to give an overview of literary organizations and societies, groups, and literary activities especially highlighting the literary atmosphere of the 20th Century in Rawal Des or what is commonly known as Pothohar Region. Thus, especially focusing on the latter half of the 20th Century and beginning of the 21st Century, a literary history of that period has been given, while also giving a perspective of literary dimensions of the era.

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تلخیص

محمد نسیم ملک ادبی حلقے میں نسیم سحر کے نام سے جانے جاتے ہیں، ۱۵ فروری ۱۹۴۴ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔ ان کا خاندان خوشاب کے ایک گاؤں ماڑی سے نقل مکانی کر کے راولپنڈی آباد ہوا۔ اس گھرانے کو علمی و ادبی حوالے سے خصوصیت حاصل ہونے کی بڑی وجہ غلام نبی کامل، عبدالعزیز فطرت (فطرت عالی مقام) اور محمد ایوب محسن ایسی شخصیات کی نسبت جن کی ادبی جہات کا رنگ نسیم سحر کی ذات میں بدرجۂ اتم موجود ہے، نسیم سحر اپنے اس قلم قبیلے کی بخوبی نمائندگی کررہے ہیں۔ ان کی مادر علمی مسلم ہائی سکول نمبردو، سید پوری گیٹ راولپنڈی ہے جہاں شعر و ادب کی جمنے والی محفلوں اور ادبی ماحول سے آپ کو شعر و شاعر ی سے شغف ہوا اور یوں لکھنے پڑھنے کے رجحان میں مسلسل اضافہ ہوا۔ بچوں کے لئے کہانیاں، مزاحیہ مضامین لکھنے اور پھر شاعری کے آغاز سے ادبی منظر نامے پر نمودار ہوئے۔ شاعری کی اولین کتاب'' پہلی اڑان'' ۱۹۷۷ء میں منظر عام پر آئی۔ پہلی اڑان اس قدر مضبوط اور بااعتماد تھی کہ ادبی حلقے میں اس اڑان نے اس عہد کے تمام شعراء و ادباء کو بہت متاثر کیا۔

متذکرہ شعری تخلیق کے یکے بعد دیگر ے نسیم سحر کی تخلیقات منظر عام پر آنا شروع ہو گئیں، ان میں غزل، نظم ،ہائیکو، حمدونعت اور مزاحیہ شاعری پر مبنی کتب نے بہت مقبولیت حاصل کی۔ شاعری کے علاوہ انہوں نے نثر بھی خوب لکھی۔ اس ضمن میں خاکہ نگاری، تنقیدی مضامین، مزاحیہ نثر اور کالم نگاری کی صورت ان کی ادبی خدمات منصۂ شہود پر آئیں، یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ شاعر و نقاد ہونے کے باوصف نسیم سحر ایک اچھے مترجم بھی ہیں جنہو ں نے لاتعداد ادبی کہانیوں اور نفسیات کے موضوعات پر کتب کے تراجم کئے اور علمی و ادبی حلقے میں ایک ہمہ جہت مترجم کے طور پر ابھرے، گو کہ طویل عرصہ تک بصیغہ ملازمت سعودی عرب میں مقیم رہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ادبی سرگرمیوں سے عملی طور پر وابستہ بھی رہے اور وہاں قیام کے دوران سہ ماہی ادبی مجلّے ''سحاب'' کا آغاز کیا جو ان کی ادبی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ تقریباً ۳۱ برس غریب الوطنی کے باوجود پاکستانی شعر و ادب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے لگاؤ رہا اور ادبی حلقوں میں مقبولیت حاصل کی۔ ہنوز پاکستان کے شعری و ادبی منظرنامے پر جگمگا رہے ہیں۔ ادبی حوالے سے خطہ پوٹھوہار کا نام روشن کرنے پر ادبی حلقے ان کے خاندان کے معترف ہیں، اور راولپنڈی کی ادبی روایت ان کے ذکر کے بغیر نامکمل ہے۔

پیشِ نظر مقالہ ''راولپنڈی کی ادبی روایت'' (سلطان شادمان خان تا نسیم سحر) کا بھرپور احاطہ کرتا ہے۔راول دیس میں ادبی تنظیموں، ادبی بیٹھکوں اور مختلف ادبی مراکز کا سراغ لگاتے ہوئے بیسویں صدی کی ادبی فضا کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس طرح بیسویں صدی اور بالخصوص اس صدی کے نصفِ آخر کی ادبی شخصیات کی تخلیقات اور ادبی کارناموں پر نگاہ ڈالنا آسان ہوا اور اس دور کی ادبی تاریخ مرتب کرنے کی کوشش کی گئی۔ نیز پس منظری مطالعے سے متذکرہ عہد کی علمی و ادبی جہتیں بھی منظر عام پر لائی گئیں۔

پوٹھوہار کا تعارف

راولپنڈی کا شمارسطح مرتفع پوٹھوہار کے قدیم علاقوں میں ہوتا ہے جو مختلف ادوار میں کئی ناموں سے پکارا جاتا رہا۔خطہ پوٹھوہار دنیا کے مشہور ترین سطح مرتفع میں شامل ہے[۱] پوٹھوہار کا لفظ پوٹھ اور ہار کا مرکب ہے جو درحقیقت پٹھ آر تھا۔ پٹھ کے معنی پشت کے ہیں جبکہ آر کا مطلب ''کی طرح یا کے جیسا'' کے ہیں۔ یہ نام اس خطے کی زمینی ساخت کو ظاہر کرتا ہے کیونکہ زمین نشیب و فراز کے باعث ناہموار ہے[۲] اس حوالے سے ایک اور روایت بھی ملتی ہے کہ سرزمین پوٹھوہار کا نام بھٹی راجپوتوں کی وجہ سے بھٹی وار پڑا جو بعد ازاں، پوٹھوہار کہلانے لگا کیونکہ طویل مدت تک بھٹی راجپوتوں نے یہاں حکومت کی ،اسی لئے اسے پوٹھوہار کا نام دیا گیا۔ اس دور میں موجود پوٹھوہار کا علاقہ ان کی سلطنت میں شامل تھا جبکہ دیگر پاک وہند کے علاقوں پر دوسرے راجے حکمران تھے۔ بھٹیوں کا مرکز حکومت کابل تھا جس میں ہندوستان کا خطہ پوٹھوہار بھی شامل تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے باقی تمام حکمران اس خطے کو بھٹی وا ر کہنے لگے۔ یہ علاقہ ہندوستان سے کٹ کر ایک الگ حیثیت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھتا تھا اور اس کا نام ''بھٹی وار'' پڑ گیا۳ تاہم پوٹھوہار کے متعلق پہلی روایت زیادہ جاندار معلوم ہوتی ہے۔

حدود اربعہ

پوٹھوہار کے حدود اربعہ کے متعلق مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ ضلع جہلم کے مضافاتی علاقہ جات سوہاوہ اور بکڑالہ پہاڑیوں سے لے کر شمال میں مارگلہ پہاڑیوں تک کو پوٹھوہار کہا جاتا ہے جبکہ مغرب میں اس کی حدود راولپنڈی اور گوجر خان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ اسی ضمن میں مغل بادشاہ جہانگیر نے بھی ہتھیہ سے مارگلہ تک کو ہی پوٹھوہار کہا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس کی حدود وسیع ہوتی گئیں اور دریائے جہلم اور دریائے اٹک کے درمیانی علاقے کو پوٹھوہار کہا جانے لگا۴ پروفیسر کرم حیدری خطہ پوٹھوہار کی بابت رقمطراز ہیں:

> ''تاریخی شواہد کے اعتبار سے بھی پوٹھوہار عام طور پر اسی علاقے کا نام رہاہے جو دریائے جہلم اور دریائے سندھ کے درمیان واقع ہے۔ ہندوستان میں مغلوں کی آمد سے پہلے بھی اس علاقے کو پٹوار کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور مغلوں کے عہد میں بھی اسے پوٹھوہار ہی کے نام سے پکارا جاتا رہا''۔ ۵

دریائے جہلم اور دریائے سندھ کا درمیانی علاقہ اور مری سے سون سکیسر تک کا علاقہ پوٹھوہار سمجھا جاتا ہے جو جغرافیائی لحاظ سے بھی باقی ماندہ پنجاب کے مقابلے میں بہت منفرد اور مسحور کن ہے۔ جہاں سوہان ندی کی وادی پچاس ہزار سال کی تاریخ پر محیط ہے ،وہاں دھنی کا سالٹ رینج پچھلے پانچ ہزار برسوں کی تہذیب و تمدن کا عکاس ہے۔ ایک جانب آریائی شاعروں نے رگ وید کے منتر لکھے تو دوسری جانب قدیم ٹیکسلا یونیورسٹی کے ثمرات دور دراز علاقوں تک پہنچے ۶ رگ وید کے زمانے میں اگر مختلف علوم کی ترقی کے بارے بات کی جائے تو فنون لطیفہ میں خاص طور پر شاعری کو ممتاز مقام حاصل تھا اوراس حوالے سے نظموں کے مجموعہ ''رِک سہنیا'' کو بہت شہرت حاصل ہوئی جس کا موضوع دیوی دیوتاؤں کی تعریف و توصیف تھا۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علمی وادبی سرگرمیاں:

زمانہ قدیم سے ہی بچوں کی دینی و دنیوی تعلیم کیلئے پوٹھوہار میں مساجد نے اہم کردار ادا کیا۔ فارسی کو سرکاری زبان کا درجہ حاصل تھا جس میں اسلامی تعلیمات کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہونے کی وجہ سے تمام تعلیمی اداروں میں یہی زبان سکھائی جاتی تھی۔ اسی دور میں تعلیم و تدریس کے نصاب میں سعدی کی مثنوی ''کریما'' اور نظامی گنجوی کی نظم ''سکندر نامہ'' پڑھائی جاتی تھی جوکہ طلباء کو فارسی نظم و نثر پر عبور حاصل کرنے کیلئے راستہ ہموار کرتا تھا۔ فارسی زبان سیکھنے اور سکھانے کا عمل انتہائی آسان اور عمدہ پیمانوں پر تھا کہ مکتبوں سے فارغ التحصیل لوگ فارسی زبان پر عبور رکھتے تھے[۸] چھاپہ خانوں کی ایجاد سے پہلے تمام کتابیں ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں اس لئے وہ خوش نویس جو اپنے فن میں ماہر ہوتے تھے کتابیں لکھ کر اپنے لئے معقول ذریعہ معاش پیدا کر لیتے تھے۔ پروفیسر کرم حیدری کے خیال میں :

> ''نوجوان طلباء اور علم و ادب سے شغف رکھنے والے لوگ خود کتابیں لکھ لکھ کر اپنی ذاتی لائبریریاں بنایا کرتے تھے۔ ہر علمی خاندان میں کتابوں کا ایک عمدہ ذخیرہ باعث فخر سمجھا جاتا تھا... اس علاقے میں سب سے زیادہ سعدیؒ اور حافظ کو مقبولیت حاصل ہوئی...مثنوی مولانا رومؒ کے بعد مقبول ترین کتاب فردوسی کا شاہنامہ تھی اس کے علاوہ ہر لکھا پڑھا آدمی امیر خسرو کی غزلوں اورمولانا جامی کی نعتوں سے بھی ضرور محظوظ و مشغوف ہوتا تھا''[۹]

شاعری سے محظوظ و مشغوف ہونے کے علاوہ اس دور کے لوگ شعر کہنے کی طرف بھی مائل تھے ،اس علاقہ کے بہت سے ایسے شعراء کا ذکر بھی ملتا ہے جو غزل اور صوفیانہ کلام میں طبع آزمائی کرتے تھے ۔

دو قدیم شعراء کا ذکر

مغل دور کے دو ایسے شعراء کا ذکر ضروری ہے جو اس علاقے کے رہنے والے تھے اور جن کا تذکرہ آج بھی پڑھے لکھے لوگوں میں ہوتا ہے۔ ان میں ایک سلطان شادمان خان اور دوسرا شاہ مراد(۱۶۲۷ء-۱۷۰۲ء)ہے۔ شادمان خان مغل بادشاہ شاہ جہان کے زمانے میں جبکہ شاہ مراد اورنگزیب کے زمانے میں گزرا ہے۔ شاہ مراد کا تعلق چکوال کے ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گاؤں سے تھا جو آج کل تکیہ شاہ مراد کے نام سے جانا جاتا ہے۔ انہوں نے فارسی اور پنجابی دونوں زبانوں میں شاعری کی ۔ان کی شاعری میں ریختہ کے نمونے بھی ملتے ہیں کیونکہ آپ کا شمار ولی دکنی کے معاصر بزرگ شاعر کے طور پر ہوتا ہے۔ اس حوالے سے آپ کو ولی دکنی پر زمانی سبقت حاصل ہے۔ ولی دکنی فقط ریختہ غزل کے حوالے سے جانے جاتے تھے جبکہ شاہ مراد نے متعدد زبانوں بشمول پنجابی، فارسی اور ریختہ میں طبع آزمائی کی۔ اردو غزل کے ارتقائی دور میں شاہ مراد کو نظر انداز اس لئے کیا گیا کہ ان کا تعلق شمالی پنجاب سے تھا جبکہ ان کے معاصر شعراء اور خاص طور پر ولی دکنی کا ذکر نمایاں ہونے کی وجہ ان کا جنوبی ہند اور شمالی ہند سے تعلق ہونا ہے۔ شاہ مراد کی شاعری کا رنگ ملاحظہ کیجئے:

از نعمت دو عالم، مجھ کو سجن غنیمت
جس دیکھنے سے دل کو، دیدار ذوالمنن کا
اے دل مراد تیری تجھ کو صنم دیوے کا
آہستہ ٹک آہستہ محرم ہووے سخن کا[10]

سلطان شادمان کا تعلق گکھڑ قبیلے سے تھا اور وہ سلطان سارنگ کی اولاد میں سے تھا۔ فارسی زبان پر مہارت رکھتے ہوئے شاعری میں تشبیہات و استعارات پر بھی دسترس رکھتا تھا۔ اس کے کچھ اشعار ملاحظہ ہوں:

بیاساقی و آساں کُن براہِ عشق مشکل ہا
کہ دُردِ جامِ گُلگُون است آخر صیقلِ دل ہا
زبیم دُزدورہزن دل نمی بازم ولے ترسم
کہ راہم برزند نخوت گردرعین منزل ہا
سرِ میناوجستم عشق کمشاگر خبرداری
کہ مجنوں می شوند از نکہت ایں باوہ عاقل ہا
رہم گلِ شُد ہمہ ازموج خیزِاشکِ گلگونم
چساں بیروں رودپائے دلِ دیوانہ زیں گلِ ہا[11]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تغزل کے حوالے سے سلطان شادمان حافظ شیرازی کا پیروکار تھا۔ اس نے متعدد غزلیں حافظ کی غزلوں کی بحور، ردیف اور قافیہ میں لکھی ہیں[۱۲] سرزمین پوٹھوہار نے وقتاً فوقتاً مختلف حملہ آوروں کی یلغار کا سامنا بھی کیا [۱۳]

راولپنڈی کی تاریخی اہمیت اور ادبی فضاء

قدیم زمانے سے ہی راولپنڈی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ شہنشاہ جہانگیر نے اپنی توزک میں جس علاقے کو راولپنڈی کا نام دیا ہے اس کے بارے میں کئی دیگر لوگوں کا خیال ہے کہ وہ تمام آج کے راولپنڈی کے بجائے راول ہی کا ایک قصبہ تھا اور جہانگیر نے راولپنڈی کے قریب ایک تالاب کا ذکر کیا ہے جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس میں مگرمچھوں کا بسیرا ہے اس لئے وہاں کا کوئی مقامی شخص تالاب میں داخل نہ ہوتا تھا۔ یہی تالاب آج راول ڈیم کے نام سے جانا جاتا ہے۔ جس جگہ کو جہانگیر نے راولپنڈی کا نام دیا وہ یقیناً وہی جگہ تھی جہاں آج راولپنڈی شہر موجود ہے[۱۴] عزیز ملک راولپنڈی بارے لکھتے ہیں:

> ''راولپنڈی پوٹھوہار اور پہاڑی علاقے کا درمیانی واسطہ ہے۔ پنڈی کا شہرنالہ لئی کے ادھر اُدھر اور ساتھ ساتھ دور تک چلاگیا ہے، یہ نالہ نواحی کوہسار سے رینگتا ہوا اور شاہی مچھروں کی یلغار اور مارامار کا نغمہ نوبہار سناتا ہوا مرغزار کے دوش پر غلاظت سے اٹی ہوئی بوئے مشکبار کے بھبکے اڑاتا آبادی کے بیچوں بیچ گزرتا ہے''[۱۵]

قصبہ راول کا نام وہاں پر آباد قبیلہ ''راول'' کی وجہ سے تھا۔ اگرچہ عہد مغلیہ میں راولپنڈی بہت معروف نہیں تھا جبکہ سکھوں کے مختصر دور میں راولپنڈی نے بہت حیثیت حاصل کرلی تھی کیونکہ سکھوں نے کشمیر جانے کے لئے مغلوں کے دور کے طویل راستوں کی بجائے فوجی چوکیاں بنا کر مسلم آبادی کے وسیع علاقوں پر اپنی عملداری قائم کر لی تھی[۱۶] افضل پرویز کے مطابق فتح پور بائیوریا اس وقت گکھڑ حکومت کا چوتھا پرگنہ تھا اور راولپنڈی اس پرگنے میں محض ایک گاؤں کی حیثیت رکھتا تھا۔ انہی دنوں اس کا نام ''پنڈی راول'' پڑ گیا یعنی جوگیوں کا گاؤں۔ ۱۸۰۴ء میں راولپنڈی کو ایک بڑے شہر کی حیثیت حاصل ہوئی جب یہاں پر قابض گکھڑوں کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور سکھ سردار ملکا سنگھ نے اسے مرکز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت بنایا، اسی وقت سے راولپنڈی ڈویژن کا مرکز ہے[۱۷] راولپنڈی کا پرانا نام غزنی پور[۱۸] بھی تھا۔ عزیز ملک کے الفاظ میں:

''انیسویں صدی کے نصف آخر میں جب علاقائی اہمیت نے پنڈی کی قدروقیمت بڑھا دی اور فرنگی نے فوجی اڈے قائم کئے تو ہندوستان کے گوشے گوشے سے ہرقماش اور مزاج کے لوگ یہاں آئے جن میں پوربی ہندو، اگروال بنئے، شیخ، بوہرے، تاجر اور بنگالی بابو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان عناصر کی آمیزش سے چھاؤنی کی بستی بس گئی جس کا الگ تمدن، خاص بولی ٹھولی اور جدا گانہ معاشرہ تھا۔ اس معاشرت میں رنگا رنگی، دلآویز ی اور زندگی کی رونق تھی یہ لوگ رزق کی تلاش میں آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے''[۱۹]

اس خطے کی قدیم ادبی روایت کا ذکر بھی ملتا ہے جس میں سنسکرت علم و ادب کو فروغ حاصل ہوا[۲۰] راولپنڈی اور ٹیکسلا[۲۱] کو برسوں سے پوٹھوہار میں مرکزی حیثیت حاصل ہے اور مرکز کی ہی بولی کو پورے خطے کیلئے سند کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اس ضمن میں پنڈی بولی کا لہجہ ارد گرد کے علاقوں کیلئے سند ہے۔

بیسویں صدی میں راولپنڈی کی ادبی فضاء:

انیسویں صدی کانصف آخر تھا جب اس خطہ میں انگریزوں کی آمد ہوئی اور انہوں نے اس کی جغرافیائی اہمیت کے باعث فوجی چھاؤنی قائم کی تو راولپنڈی شہر کی آبادی بھی بڑھنے لگی۔ چھاؤنی میں شعر و شاعری کی سرگرمیوں بارے عزیز ملک رقمطراز ہیں:

> ''دہلی، میرٹھ، الہ آباد او رلکھنو وغیرہ کے لوگ بسلسلہ معاش یہاں کھنچ کھنچ کر آنے لگے۔ ان ہی کے ساتھ اردو زبان بھی اس شہر میں اجنبی مہمان کی طرح در آئی لیکن اس کے ابتدائی تاثرات چھاؤنی تک ہی محدود رہے کیونکہ خواندہ لوگوں کی جو کھیپ بالخصوص سرکاری ملازمتوں کے ضمن میں یہاں پہنچی او ر شاعری کا ذوق اپنے ساتھ لائی ،وہ چھاؤنی کے مختصر رقبے میں سمٹ کر رہ گئی...ان کی بدولت چھاؤنی میں شعروشاعری کا بازار گرم ہوگیا''[۲۲]

شروع کے دور میں لالکڑتی بازار کے قریب پائیں باغ میں ادبی و شعری محفلیں منعقد ہوتی تھیں اور باذوق افراد حصہ لیتے تھے۔ ادبی نشستیں اس صدی کے آغاز تک قائم رہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن میں شرکت کرنے والے شعراء میں دو نام اہم تھے۔منشی شاہد انبالوی اور محمد اکبر خان۔ شاہد انبالوی نے جدید دور کے مشاعرے بھی پڑھے اور محمداکبر خان جو گرامی تخلص کرتے تھے، انہوں نے نعتیں اور اصلاحی نظمیں کافی تعداد میں کہیں**۲۳** گرامی کا ایک شعر ملاحظہ کیجئے:

تجارت جو مسلم کی تنگڑی رہے گی
جبھی سر پہ عزت کی پگڑی رہے گی**۲۴**

بیسویں صدی کے اوائل میں ابھرنے والی شخصیات میں قاضی سراج الدین مرحوم کا نام بھی لیا جاتا ہے جن کو ادب سے بہت شغف تھا اور فارسی زبان میں بھی شاعری کرتے تھے نیز بطور نثر نگار بھی ادبی مقام رکھتے تھے۔ معروف شاہکار ''داستان پاستان'' انہی کی تصنیف ہے جبکہ '' تحریک خلافت اور ترکی'' کے نام سے ایک رسالہ بھی لکھا**۲۵**

قاضی سراج الدین نے ۱۹۰۴ء میں بازار کلاں میں اردو کا دستی پریس ''چودھویں صدی ہینڈ پریس'' کے نام سے شروع کیا اور یہ پنڈی میں اردو کا پہلا پریس تھاقاضی صاحب نے ''صراۃ مستقیم'' کے نام سے ایک سہ ماہی رسالہ بھی جاری کیا۔ آپ کی ادبی زندگی کا آغاز سرسید احمد خان کے تصنیف و تالیف میں ادبی معاون کے طورپر ہوا**۲۶** یہی وجہ ہے قاضی صاحب کو پنڈی کا سرسید بھی کہا جاتا ہے۔ راولپنڈی سے جاری ہونے والا پہلاہفت روزہ اخبار''چودھویں صدی'' آپ ہی کا مرہون منت تھا۔ پروفیسر کرم حیدری کے خیال میں:

> ''ادب سے شغف کی بناء پر قاضی صاحب نے چند دوستوں کے تعاون سے ''بزم سخن'' کی بنیاد رکھی۔ اس بزم کی داغ بیل ۱۹۲۰ء میں ڈالی گئی اور یہ تقریباً آٹھ نو سال تک کام کرتی رہی... بزم سخن کے زیر اہتمام کبھی کبھی شعروسخن کی محفلیں سجا کرتی تھیں ،جن میں شہر کے چید ہ چیدہ ادبی ذوق رکھنے والے لوگ شامل ہوا کرتے تھے'' **۲۸**

لال کڑتی بازار کے مشاعروں کے علاوہ پنڈی شہر میں اردو مشاعرے بہت بعد میں شروع ہوئے لیکن پنجابی بیت بازی کی محافل بنی کے ایک بوسیدہ ہوٹل میں منعقد ہوتی تھیں جن میں پنجابی شاعر گوہر اور دیگر بھی شریک ہوئے تھے **۲۸** اس کے علاوہ ایک اور شاعر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بردا کو کسی جرم کے ارتکاب پر پنڈی کی جیل میں قید کیا گیا اور انہوں نے رہائی کے بعد کچھ مدت یہیں قیام کیا۔ مزید برآں پشاور سے تعلق رکھنے والے استاد رمزو بھی روزگار کے لئے پنڈی آئے اور کئی برس قیام کیا۔ اس طرح پنجابی شاعری کی محافل تواتر سے ہونے لگیں۲۹

احمد علی سائیں پشاوری (۱۸۳۴ء- ۱۹۳۷ء)۱۹۱۴ء میں اپنے دوستوں کے ساتھ مرغ بازوں کی ٹولی کے ہمراہ راولپنڈی تشریف لائے۔ ان کو پنجابی زبان و شاعری پر عبور تھا۔ ایرانی نژاد قزلباش تھے۔ انہوں نے بچپن سے ہی شاعری کا آغاز کیا اور پنجابی کے مایہ ناز استاد رمزو کے شاگرد ہوئے۔ رمزو کی شاعری میں نغمگی، مٹھاس کے علاوہ تشبیہات اور روانی بھی ہے۳۰ رمزو کے دو اشعار پیش خدمت ہیں:

مست الست پیوست رُخ وچ کرن سیب اے زیب عیاریاں دے
دونوں لب عجب شیرین رطب اے طبیب عشق دیاں بیماریاں دے
ابروقوس کمان تے تیرمژگاں اے سامان دو نین اشکاریاں دے
عرق چین جبیں نازنیں دے وچ رمزو ڈھٹے آویزے مرواریاں دے۳۱

احمد علی سائیں کی شاعری میں استاد رمزو کی جھلک نظر آتی ہے۔ آپ نے پنڈی آمد کے بعد جلد ہی بطور شاعر شہرت حاصل کرلی اور پنجابی شاعری کی محفلیں باغ سرداراں میں جمنے لگیں۔ پنجابی شعراء نے آپ سے اصلاح لی اور یوں پنجابی شاعری کا ڈنکا بجنے لگا ۳۲ ایک مرتبہ آپ نے اپنے شاگرد محمد ذاکر۳۳ کے للکارنے پر فی البدیہہ کہا:

کیہڑی گل سوچ کے طلب کرنا ایں عیش غم کولوں سُکھ آزار کولوں
کھا کے ڈنگ امیدِ شفا رکھنا ایں منگ کے زہر مہرہ کل مار کولوں
دس خاں اگے وی کسے وصول پایا خون شیر کولوں دل یار کولوں
سیاہ دل کد صاف ہوندے سائیاں جے توں رحم چاہناں ایں ستمگار کولوں۳۴

جب سائیں راولپنڈی آئے تو ایک سکھ رئیس سردار گورمکھ سنگھ کی وجہ سے آپ کا قیام یہاں طویل ہوگیا کیونکہ اسے سائیں کی شخصیت اورشاعری نے گرویدہ کر لیا۔ آپ اسی کے پاس رہنے لگے اور شاعری کی محفلوں کو چارچاند لگ گئے۔ ایک اور شخص فیروز جو سردار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گورمکھ سنگھ کے ہاں ملازم تھا اور شکاریوں کی دیکھ بھال کرتا تھا، سائیں کا شاگرد ہوگیا اور پھر شکار ہو یا شعری محافل، سائیں اور فیروز لازم و ملزوم تھے۳۵میاں محمد بخش (کھڑی شریف)کے انتقال کے کچھ برس بعد ہی سائیں کی راولپنڈی آمد ہوئی تھی۳۶ اکثر اوقات شام کو سائیں بازار چک سازاں صدر میں رجب علی جوہر (۱۸۶۸ء- ۱۹۴۸ء) کے ہوٹل پر محفل سجاتے تھے۔ رجب علی جوہر کا یہ ہوٹل گویا پنڈی میں ''عرب'' ہوٹل تھا جہاں شعراء و ادباء کا میلہ لگا رہتا تھا۔ اس بارے عزیز ملک لکھتے ہیں:

> ''میں نے سائیں کو پہلے پہل ۱۹۲۷ء میں دیکھا تھا۔ سائیں سہ پہر کے وقت رجب علی جوہر کے ہوٹل پر آیا کرتا تھا۔ ہوٹل کے باہر چارپائیاں لگی ہوتیں، وہ آ کر بیٹھتا تو گھمبیر خاموشی چھا جاتی۔ سب لوگ اس کا احترام کرتے تھے''۳۷

سائیں کی شاعری ان کے معاشی و سماجی حالات کی عکاس ہے ،جس میں انہوں نے کہیں شکایت نہیں کی البتہ حکایت کا رنگ ہے۳۸ ایرانی نژاد ہونے کے ناتے فارسی شاعری بھی کرتے تھے۔ پنڈی میں پندرہ سال گزارنے کے بعد ۱۹۳۰ء میں پشاور واپس چلے گئے اور ۱۶ اپریل ۱۹۳۷ء کو ملکِ عدم سدھارے ۳۹

سائیں کے علاوہ راولپنڈی میں جن پنجابی شعراء کا ذکر ملتا ہے ان میں پیر سید مہر علی شاہؒ (۱۸۵۹ء - ۱۹۳۷ء)،رجب علی جوہر، غلام نبی کامل، اللہ داد چنگی، نذر شاہ مضطر، مرزا عبدالکریم، ہمسر، چوہدری محمد ذاکر اور عنایت حسین اسیر کے نام شامل ہیں۔ان میں بیشتر شعراء نہ صرف سائیں سے متاثر تھے بلکہ ان کے شاگرد بھی تھے۴۰

رجب علی جوہر کا نام پنجابی شاعری میں نمایاں ہے۔ آپ کے بزرگ کشمیر سے ہجرت کر کے انیسویں صدی میں پوٹھوہار آئے اور دینی تعلیم کے علاوہ فارسی اپنے والد سے سیکھی۔ شعر وسخن میں اس قدر مگن رہتے کہ بڑے بھائی کی تاکید کے باوجود کاروبار کی طرف مائل نہ ہوئے لیکن بھائی کے انتقال کے بعد بازار چکسازاں میں ان کے ہوٹل کو سنبھالنا پڑا۔ آپ نڈھال ہو گئے اور اسی غم کے عالم میں اعلیٰ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی (۴۱) کے ہاتھ پر بیعت کی پھرجلد ہی کاروبار میں مشغول ہو گئے لیکن شاعری سے ناتا نہ ٹوٹا (۴۲) جوہر کی شاعری کا رنگ دیکھئے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شہر خموشاں وچ رہن والے کدوں وسدے گھراں وچ وسدے سن
طرح طرح دے عیش آرام پا کے دھوم دھام جہان نوں دسدے سن
آپ سوندے سن تکیے لا کے خدمت گار بیٹھے تلیاں جھسدے سن
اج خاک سنگ ہو گئے نیں خاک جوہر جھڑے خاک کولوں نسدے سن[۴۳]

راولپنڈی میں قائم ایجوکیشنل کانفرنس میں بھی جوہر نے شرکت کی[۴۴] آپ کا انتقال ۸۰ برس کی عمر میں ۱۹۴۸ء میں ہوا اور گولڑہ شریف میں مدفون ہیں۔ حضرت سید غلام معین الدین آپ کے نواسے تھے اور شاگردوں میں غلام نبی کامل، ہمسر، محمد علی نامی کا ذکر آتا ہے[۴۵] محمد علی نامی (۱۸۵۷ء-۱۹۶۲ء) نے نعت میں خوب نام کمایا۔ آپ کی ایک نعت ہندوستان بھر میں زبان زدعام ہوئی۔ مطلع ملاحظہ کیجئے :

میں سو جاؤں یا مصطفیٰ کہتے کہتے
کھلے آنکھ صل علیٰ کہتے کہتے[۴۶]

باغ سرداراں کے پنجابی مشاعرے اتنے مقبول ہوئے کہ بالآخر اردو شعراء بھی ان میں شریک ہونے لگے اور ۱۹۲۳ء میں پنجابی کے ساتھ اردو اشعار بھی پڑھے جانے لگے۔ عزیز ملک کے خیال میں:

''پنڈی میں مخلوط گنگا جمنی مشاعروں کا آغاز ہوا۔ اس شہر کی ادبی تاریخ میں یہ اشتراک عمل اتفاقی حادثے سے زیادہ نہیں کہ لسانی اعتبار سے دو مختلف طبقے ادب کے سنگم پر ملے اور کچھ دیر لہرا کر بچھڑ گئے۔ تین چار برس تک یہ مخلوط محفلیں زور و شور کے ساتھ جاری رہیں لیکن اس کے بعد شعری سرگرمیاں جدید دور میں داخل ہو گئیں۔پنجابی شاعری نے اردو کے قدموں تلے دم توڑ دیااور مجرد اردو مشاعروں کیلئے میدان صاف ہونے لگا''[۴۷]

اس دور کے اردو شعراء میں عطا محمد طاہر، خدا بخش، اظہر امرتسری، محمد علی نامی، حاجی سرحدی، عبدالغنی، شاہد انبالوی، اکبر گرامی، روشن دین روشن، فضل داد راسخ، کیدارناتھ عاجز اور نوبت رائے شوخ کے نام شامل ہیں[۴۸] منشی عطا محمد طاہر کے زمانے سے پہلے رجب علی جوہر اور غلام نبی کامل (۱۸۸۰ء - ۱۹۵۵ء) پنجابی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اردو میں جوہر کے کلام کا رنگ ملاحظہ کیجئے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آج کچھ یہ طائر بے آشیاں کہنے کو ہیں
اور گرم مٹھی ہو تو کچھ یہ نیم جاں کہنے کو ہیں
تیری ٹھن ٹھن کی صدائیں قم باذنی کی صدا
اور تجھ کو اے زر آج ہم معتبر بیاں کہنے کو ہیں۴۹

جوہر کے شاگرد غلام نبی کامل جامع مسجد راولپنڈی کے معمار بھی تھے، ان کی غزل کا ایک شعر دیکھئے :

آئینہ ہے ہاتھوں میں، ہیں محو خود آرائی
وہ آپ تماشا ہیں اور آپ تماشائی۵۰

عطا محمد طاہر (۱۸۹۸ء۔ ۱۹۵۳ء)نے راولپنڈی میں بزم سخن قائم کی جس نے پنڈی کی ادبی فضا کو نکھار بخشا اور ان کے شعری ذوق کے باعث مخلوط مشاعروں کا بھی اہتمام رہا۔ ان کی غزل کا رنگ دیکھئے:

فشارِ زخم سے اک انتشار درد پیدا ہے
نگاہ لطف جاناں دل کے زخموں کو رفو کرنا
تیری الفت کے صدقے میں تنوع کا مزہ پانا
بہانا اشک خون، خاموش رہنا، گفتگو کرنا۵۱

میں بھی کہسار کی ندی کی طرح ہوں طاہر
نغمہ سنسان چٹانوں کو سنا جاتا ہوں۵۲

جہاں تک راولپنڈی کے ادبی ماحول کا تعلق ہے، انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے شروع کا زمانہ بہت اہم ہے جب اردو اور پنجابی دونوں زبانیں ایک دوسرے سے واقف ہو چکی تھیں۔ بقول کرم حیدری یہی زمانہ رجب علی جوہر کا تھا اور ان کے بغیر اردو شاعر ی میں خلا نظر آتا ہے۔ جو شعراء بیسویں صدی کے آغاز میں راولپنڈی کے شعری منظر نامے پر نمودار ہوئے ان میں سرفہرست منشی عطا محمد طاہر کا نام ہے۔۵۳

عطا محمد طاہر کے شاگردو ں میں عبدالعزیز فطرت، پروفیسر اعظم، حافظ عبدالرشید، خدا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بخش اظہر، خدا بخش خلش ا ور گھیم راج خا کی قابل ذکر ہیں۔ عزیز ملک کا کہنا ہے کہ

> ''ان ہی دنوں پنڈی کے ادبی افق پر ایک اور ستارہ نمودار ہوا جس کی چمک منفرد تھی یہ آغاز محمد صدیق حسن ضیاء تھے۔ شمع سخن فروزاں تھی کہ پروانہ وار آئے اور محفل پر چھا گئے۔ انہیں بچپن ہی سے ڈرامے لکھنے کا شوق تھا۔ اس شوق میں شعرو شاعری کے مراحل بھی طے ہو گئے''۵۴

راولپنڈی میں اردو اور پنجابی دونوں زبانوں میں مشاعرے ۱۹۲۳ء سے شروع ہوئے اور ۱۹۲۸ء تک چلے۔ یہی وہ دور تھا جب اردو مشاعروں کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ گویا انہی مخلوط محافل کے باعث اردو شاعر ی کی ترویج ہوئی۔۱۹۲۵ء سے ۱۹۴۰ء کے دوران اردو شعر و ادب کے فروغ کے لئے جن شعراء کا ذکر ملتا ہے ان میں عبدالعزیز فطرت، انجم رضوانی اور آغا صدیق حسن ضیاء کے نام نمایاں ہیں۔۵۵

شعرو ادب کے ابتدائی دور میں آغا صدیق حسن ضیاء(۱۹۱۰ء- ۱۹۴۵ء)راولپنڈی تشریف لائے جو اعلیٰ پائے کے شاعر تھے اور ضیاء تخلص کرتے تھے۔ آپ پنڈی کے شعری منظر نامے پر نمودار ہوئے تو جلد ہی شعری محفلوں کی جان بن گئے گویا شعری تقریب آپ کے بغیر ادھوری تصور کی جاتی تھی۔ آپ کی غزل کا ایک شعر خاص و عام میں مقبول ہوا :

کسی کی زلف میں ہوتی تو حسن کہلاتی
وہ تیرگی جو میرے نامۂ سیاہ میں ہے۵۶

آغا صدیق حسن ضیا غزل کے علاوہ ڈرامہ نگاری۵۷ کی طرف بھی مائل تھے۔ ضیا شروع ہی سے قادر الکلام شاعر تھے اور ان کی شاعری واردات قلب کے ساتھ ساتھ گہرے تخیل پر مبنی تھی، جس کی وجہ سے انداز بیاں دیگر شعراء سے یکسر مختلف تھا۔ ان کی شاعری بالخصوص مثنوی فکروفن سے بھرپور ہے اورتشبیہات وا ستعارات جابجا ملتے ہیں۔ غزل کا ایک شعر دیکھئے:

قطرہ ہے نقطہ ہے آنسو ہے گہر ہے دانہ ہے
وہم کو کیا کیا گماں ہوتا ہے شبنم دیکھ کر۵۸

جس دور میں باغ سرداراں میں علم و ادب پروان چڑھ رہا تھا، شہر راولپنڈی میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طباعت اور اشاعت کا بازار بھی گرم تھا۔ ''ترجمان سرحد'' اور ''شہاب'' ہفت روزے نکلنا شروع ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں حکیم عبدالخالق کی سرپرستی اور طاہر مرحوم اور شوق سوجانپوری کی زیرادارت ماہنامہ ''نسیم سحر'' بھی نکلا۔ شعراء کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہونے لگا۔ طاہر خود مشاعروں کا اہتمام کرتے تھے، انہوں نے قریباً ۱۹۲۸ء میں یہ ذمہ داری اپنے شاگرد عبدالعزیز فطرت (۱۹۰۵ء - ۱۹۶۷ء) کو سونپ دی۔ فطرت نے جلد ہی باغ سرداراں کے بجائے اسلامیہ ہائی سکول کو شعر و ادب کا مرکز بنایا۔**۵۹**

عزیز ملک کی رائے میں:

> ''اسلامیہ اسکول سے ہماری مقامی ادبی اور شعری روایات کو دیرینہ علاقہ رہاہے اس کی چاردیواری بڑے بڑے رفیع الشان اجتماعات کی آئینہ دار ہے... ۱۹۱۶ء کا واقعہ ہے اسی سکول کے میدان میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس منعقد ہوئی جس میں دیگر مشاہیر کے علاوہ مولانا شوکت علی، مولانا محمد علی جوہر اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی شریک ہوئے''**۶۰**

راولپنڈی کے متعدد شعراء و ادباء نے عبدالعزیز فطرت کی ''بزم ادب'' سے کسب فیض کیا۔ اسی بزم سے شعراء کو متعارف کروایا اور ادبی منظرنامے میں ان کو پہچان دلوائی۔ عبدالعزیز فطرت تقریباً چالیس سال تک بزم کی نظامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ فطرت نے ادب کی بے مثال خدمت کی جو ناقابل فراموش ہے۔ شعری و ادبی محفلوں کے انتظام و انصرام میں فطرت کئی کئی دن مصروف رہتے جس کے نتیجے میں یادگار مشاعرے بھی منعقد ہوئے۔**۶۱**

''بزم ادب'' کے مدمقابل ''بزم سخن'' بھی بنائی گئی جس کے روح رواں عبدالحمید عدم (۱۹۱۰ء -۱۹۸۱ء) تھے جو بصیغۂ ملازمت راولپنڈی قدم رنجہ ہوئے اور اپنی بزم کے زیر اہتمام کچھ مشاعرے بھی کروائے لیکن اہل ذوق نے عبدالعزیز فطرت کی ہی ہم رکابی کی۔ یوں شعراء دو دھڑوں میں تقسیم ہو گئے مگر پھر بھی فطرت کا پلڑا بھاری رہا۔ عبدالعزیز فطرت کی سرتوڑ کوششوں سے مقامی مشاعروں کے ساتھ ساتھ کل ہند مشاعرے بھی ہونے لگے جن میں بیرون شہر سے بلند پایہ مشاہیر شرکت کرنے لگے۔ جب ہندوستان بھر میں مارچ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۹۳۸ء میں یوم اقبال منایا گیا تو راولپنڈی میں اس بارے پروقار نشست کا اہتمام عبدالعزیز فطرت کی ہی کوششوں سے ہوا۔[۶۲]

عطا محمد طاہر کے بعد عبدالعزیز فطرت کا نام ادبی خدمات میں نمایاں ہے اور اسی وجہ سے ان کو شاعر پوٹھوہار اور بابائے پوٹھوہار کہاجاتا ہے۔ آپ کی شاعری میں کلاسیکل رنگ واضح ہے :

فغان صبح اور نوائے نیم شب کو بھول جا
طلب کاذوق ہے تو کاہش طلب کو بھول جا
ضیا برس پڑی سحر کی چشم نیم باز سے
ہجوم غم کو بھول جا، نجوم شب کو بھول جا[۶۳]

اس دور میں مقامی شعراء کی تعداد میں اضافہ ہوتا رہا جن میں انجم رضوانی، کشفی ملتانی، ناظر اوجلوی، ولایت حسین ثاقب، مقبول حسین شاہ، محمد اسماعیل سروش، شفیق کھاتولوی، رسابریلوی، جلیس لکھنوی، باقی صدیقی، فضل رحمان اشک، عطا اللہ کلیم، محمد امین ساحر، اصغر علی احسن، تلوک چند محروم، را م ناتھ یاس، برج لال رانا اور جگن ناتھ آزاد شامل ہیں۔[۶۴]

فطرتؔ کے علاوہ عبدالحمید عدم بھی دنیائے شعر و ادب میں ایک معتبر نام ہے۔ انہوں نے ابتداء میں شاعری کاموضوع قدرتی مناظر کو بنایا ،وقت گزرنے کے ساتھ پختہ غزل کہی اورنظم کہنے میں بھی منفرد مقام حاصل کیا۔ راولپنڈی کے نوآموز شعراء کی ایک کثیر تعداد نے ان کے رنگ میں شاعری کی۔ عدم نے پنڈی میں ادبی گروہ بندیوں کے رجحانات کو ابھارا۔عزیز ملک کے خیال میں ان کا یہ قدم مثبت تھاکیونکہ اس جتھے بندی کے نتیجے میں شاعری کے میدان میں اعلیٰ پایہ کی تخلیقات منظر عام پر آئیں لیکن اس کے ساتھ ادب میں سیاسی رویے بھی درآئے۔ عبدالحمید عدم نے علیحدہ سے ''بزم اردو'' بنائی جس کے زیر اہتمام چند مشاعرے بھی ہوئے لیکن اس وقت کے جید شعراء آغا حسن ضیا، تلوک چند محروم، فضل الرحمٰن اشک اور باقی صدیقی نے اس سیاست سے خود کو دور رکھا[۵۶] عبدالحمید عدم کا ایک مشہور شعر ملاحظہ کیجئے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

گلے آپس میں جب ملتے ہیں دو بچھڑے ہوئے ساتھی
عدم ہم بے سہاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۶۶

تلوک چند محروم (۱۸۸۷ء- ۱۹۶۶ء)اور ان کے بیٹے جگن ناتھ آزاد (۱۹۱۸ء- ۲۰۰۴ء)بھی راولپنڈی کی شعری روایت میں اہمیت کے حامل ہیں۔ تلوک چند محروم نہایت شکستہ اردو لکھتے تھے اور محکمہ تعلیم سے فراغت کے بعد گارڈن کالج راولپنڈی میں اردو پڑھاتے رہے۔ ان کے بیٹے جگن ناتھ آزاد نے اسی کالج سے تعلیم حاصل کی اور جوانی ہی میں علم و ادب کی طرف متوجہ ہوئے۔ یہاں سے چلے جانے کے بعد دونوں حضرات نے ہندوستان میں اردو زبان کو ہی اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا ۶۷

پروفیسر کرم حیدری شعر و سخن کے اس دور سے متعلق اس طرح اظہار خیال کرتے ہیں :

''۱۹۳۰ء سے لے کر ۱۹۴۵ء تک کا زمانہ راولپنڈی کی ادبی زندگی میں انجمن ترقی اردو کا زمانہ ہے۔ انجمن کے زیر اہتمام بعض نہایت عمدہ مشاعرے اور ادبی اجلاس منعقد ہوئے۔ مسلمان اور غیر مسلم شعراء و ادباء اس انجمن میں دوش بدوش نہایت خلوص اور دلسوزی سے کام کرتے رہے'' ۶۸

اسی دور میں جن منجھے ہوئے نثر نگاروں کا ذکر آتا ہے ان میں پروفیسر رام ناتھ یاس، پروفیسر پرمان سنگھ، پروفیسر محمد اعظم اور عزیز ملک کے نام نمایاں ہیں۔ یاس، پرمان سنگھ اور اعظم اردو کے مایہ ناز استاد تھے اور عزیز ملک اس وقت کے بہترین انشاء پرداز ادیب، محقق اور تاریخ دان تھے۔ انہوں نے اپنی تحریروں میں محاوروں اور روزمرہ کا استعمال نہایت سلیقے سے کیا ہے۔ آپ کی تصنیفات میں ''خون حسین'' کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۶۹

راولپنڈی سے ماہنامہ''خمستان'' شریف احمد عیاں کی ادارت میں جاری ہوا۔ جس نے ادبی حلقوں میں پذیرائی حاصل کی نیز ایک ادبی تنظیم ''معیارادب'' بھی منظر عام پر آئی جس سے منسلک تمام لکھاری ہندو تھے جن میں برہم درخ ہما، ہربھگوان شاد اور ہربنس لال نسیم کے نام اہم ہیں۔ ایک اور تنظیم''انجمن ترقی اردو'' کے زیراہتمام کچھ یادگار مشاعرے بھی منعقد ہوئے اور یہ تنظیم عبدالعزیز فطرت کی بزم ادب کا نام تبدیل کر کے وجود میں آئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کے سیکرٹری حفیظ انوری تھے۔ انجم رضوانی (پیدائش ۱۹۰۷ء)، ایوب محسن (۱۹۲۳ء - ۱۹۹۹ء)، حفیظ انوری اور قیام پاکستان کے بعد صادق نسیم اور حسن طاہر نے بزم کے امور سنبھالے۔۷۰

انجمن ترقی پسند مصنفین کا آغاز راولپنڈی میں ۱۹۴۷ء میں ہوا۔ نوجوان تخلیق کار اس میں جوق در جوق شامل ہوئے۔ یہی وہ دور تھا جب راولپنڈی میں حلقہ ارباب ذوق کا قیام عمل میں آیا اور ہفتہ وار تنقیدی اجلاس ہونا شروع ہوئے۔ جن شعراء نے حلقہ ارباب ذوق میں شامل ہونا پسند کیا وہ سب انجمن ترقی پسند مصنفین سے اختلاف رکھتے تھے جبکہ ترقی پسند تحریک سے متاثر شعراء میں جمیل ملک، احمد ظفر، منظور عارف اور افضل پرویز نمایاں تھے ۷۱

جمیل ملک (پیدائش ۱۹۲۸ء -۲۰۰۱ء) ایک اچھے شاعر اور اعلیٰ پائے کے نثر نگار تھے۔ مشق سخن کے باعث نثر ان کے ادبی قد کاٹھ کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ بقول عزیز ملک جمیل ملک کے کلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعر میں متعدد مقامات پر ان کا شعور جاگتا ہے۔ برسوں اضطرابی کیفیت اور ادبی ریاضت کے بعد انہوں نے ایک خیالی محبوب تراشا اور اسے مرکز بنا کر جذب و مستی میں پکار اٹھے:

چاند کی مورت خواب کی صورت آنکھوں میں لہراتی رہی
اپنا ہی پیکر تھا، جس سے برسوں ہم آغوش رہے۷۲

پروفیسر کرم حیدری، جمیل ملک اور احمد ظفر (پیدائش ۱۹۲۶ء) کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> ''جمیل ملک اور احمد ظفر راولپنڈی کے شاعروں کے سالار ہیں۔ ہرچند کہ دونوں نے نظمیں بھی لکھی ہیں لیکن بنیادی طور پر دونوں غزل گو ہیں۔ جمیل ملک کی شاعری کے ابتدائی دور میں کچھ محرومیت اور کچھ قنوطیت کی جھلک نظر آتی تھی لیکن اب یہ چیز کم ہو چکی ہے... احمد ظفر اردو زبان کے علاوہ پنجابی زبان کا شاعر بھی ہے۔ اس کی پنجابی شاعری میں وسطی پنجاب کی زبان کا رس اور لوچ ہے''۷۳

افضل پرویز (۱۹۱۷ء-۲۰۰۱ء) کا شمار ہمہ جہت شخصیات میں ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف محقق، مصور، صحافی، ڈرامہ نگار اور موسیقار تھے بلکہ پنجابی اور اردو دونوں زبانوں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انشاپرداز بھی تھے۔ انجم رضوانی آپ کے بڑے بھائی تھے۔ ادبی لحاظ سے ہر سطح پر دونوں بھائی پوٹھوہار اور بالخصوص راولپنڈی کے نمائندہ تھے۔ ان کے علاوہ اختر ہوشیارپوری، باقی صدیقی، کرم حیدری، احمد ظفر، جمیل ملک، منظور عارف کے نام بھی اسی سلسلے کی کڑی ہیں جنہوں نے پنجابی ادبی سنگت کی داغ بیل ڈالی جسے بعد ازاں بہت مدت تک فضل الٰہی بہار نے جاری و ساری رکھا۔۷۴

افضل پرویز مذکورہ سرگرمیوں کے علاوہ خاکسار تحریک کا بھی حصہ تھے۔ ۱۹۳۸ء میں یوم اقبال کے موقع پر سرعبدالقادر کی زیر صدارت انہوں نے ترنم سے جو غزل سنائی تھی اس کے دو اشعار ملاحظہ کیجئے:

خم کے خم خالی کیے ہو گئے دیوانے سے
مے الٹنے لگے شیشے میں پیمانے سے
شیخ کے کوزے میں کچھ ڈال دی رندوں نے شراب
یوں وہ کم بخت تو پیتا نہیں پیمانے سے۷۵

باقی صدیقی (۱۹۰۸ء - ۱۹۷۳ء)بھی اس دور کے ایک نامور شاعر گزرے ہیں۔ آپ کا تعلق راولپنڈی کے قریبی گاؤں سہام۷۶سے تھا۔آپ کا اصل نام محمد افضل تھا۔ انہوں نے ابتداء میں عبدالعزیز فطرت اور عبدالحمید عدم سے کسب فیض کیا۔نظم کے محاذ پر بھی خوب نام کمایا لیکن غزل ان کی پہچان بنی۔ چھوٹی بحرمیں شعر کہنا انہی کا فن تھا جس کے لئے انہوں نے سادہ اسلوب اختیار کرتے ہوئے زندگی کے مسائل کا احاطہ کیا۷۷۔ ۱۹۲۸ء سے ان کی شاعری میں سنجیدگی در آئی اس کی بڑی وجہ ان کی عدم سے رفاقت تھی اور انہی کی تقلید میں نظم کہنے لگے۔نظم کے کچھ اشعار :

یہ لطف کشا کش کیا کم ہے سامان سکوں حاصل نہ سہی
کشتی کا کوئی وارث تو ملا طوفاں ہی سہی ساحل نہ سہی
رکتے ہی فنا ہو جائیں گے یا رستے میں کھو جائیں گے
ہم لطفِ سفر کے عادی ہیں رہبر نہ سہی منزل ہی سہی۷۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پاکستان کے قیام سے پہلے بھی جو شعراء راولپنڈی میں مصروف تھے ان میں افضل پرویز، جمیل ملک، صادق نسیم، احمد ظفر، ایوب محسن، حفیظ انوری، غلام رسول طارق، شوکت واسطی، محبوب الرحمٰن اختر، قتیل شفائی ،حسن طاہر اور رشید ساقی کے نام قابل ذکر ہیں۷۹

خمستان اور سالک ماہنامہ ادبی جریدوں میں اس دور کے نمائندہ تھے۔ خمستان انجم رضوانی اور افضل پرویز نکالتے تھے جس میں معروف تخلیق کاروں کی نگار شات شائع ہوتی تھیں۔ مختلف مقامی کالجوں کے جریدوں میں ماہنامہ گارڈونین (گارڈن کالج) قابل مطالعہ تھا کیونکہ معروف ادباء و شعراء مثلاً عبدالعزیز فطرت، آغا ضیا اور تلوک چند محروم کا کلام بھی اس میں شامل ہوتا تھا۔ بعداز قیام پاکستان راولپنڈی میں روزنامہ ''ترجمان سرحد'' ستمبر ۱۹۴۸ء منظر عام پر آیا جو صحافت کے دور جدید کی پہلی آواز تھی بعدازاں ستمبر ۱۹۴۸ء میں راولپنڈی سے روزنامہ تعمیر جاری ہوا جس کے روح رواں محمد صفدر تھے۔ اس اخبار میں طویل عرصے تک سید ضمیر جعفری، نصیر انور، عزیز ملک، ظہیر احمد تاج اور صادق نیازی کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ بعدازاں عنایت اللہ، نسیم حجازی اور حافظ مظہر الدین نے روزنامہ کوہستان نکالا۔۸۰

کچھ عرصے بعد ۱۹۵۲ء میں وجیہہ السیما عرفانی کی زیر ادارت روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی کا اجراء ہوا اور تھوڑے عرصہ بعد ہی روزنامہ جنگ شائع ہونے لگا۔ اس کے ساتھ ہی ''زمیندار'' لاہور نے بھی پنڈی ایڈیشن نکالا لیکن جلد ہی بند ہو گیا ۔انہی دنوں افواج پاکستان کا سہ روزہ ''ہلال'' بھی جاری ہوا جو بعد میں ہفت روزہ بن گیا۔ اس کے ادارہ تحریر میں اکرام قمر، میجر ابن الحسن، کرنل مسعود، بریگیڈیئر صدیق سالک، ضمیر جعفری اور آغا بابر وغیرہ شامل تھے۔۸۱

صادق نسیم نے اپنے استاد عبدالعزیز فطرت کی ہمراہی میں ''انجمن ترقی اردو'' کے حوالے سے ازحدخدمات سرانجام دیں۔ اسی ضمن میں ایوب محسن بھی ان کے رفیق کار تھے۔ انہوں نے بھارت سے ہجرت کر کے یہاں آنے والے شعراء کو دریافت کیا اور ان کی رہائش گاہ کا بندوبست کیا، ان کی ضروریات زندگی کا خیال رکھا اور ان کیلئے روزگار بھی تلاش کیا۔ انسان دوستی کے ثبوت میں ایوب محسن اور صادق نسیم کا کردار مثالی تھا۔۸۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صادق نسیم کا تعلق ٹیکسلا کے نواحی گاؤں ''خرم'' سے تھا۔ انہوں نے راولپنڈی میں تعلیمی مدارج طے کر کے ملٹری اکاؤنٹس میں ملازمت کی اور بعدازاں فوج کی نوکری اختیار کرلی۔ شاعری میں آپ کی غزل کیفیت سے بھرپور ہے۔ غزل کا مطلع دیکھئے:

تھے حسرتوں کے رنگ نظر میں رچے ہوئے
گلشن دکھائی دینے لگے گھر جلے ہوئے۸۳

عبدالرشید بھٹی (پیدائش ۱۹۲۶ء)جو ادبی حلقے میں رشید ساقی کے نام سے جانے جاتے ہیں، بھی اس دور کے ایک اہم شاعر ہیں۔ آپ نے جب ۱۹۴۴ء میں کنٹرولر آف ملٹری اکاؤنٹس راولپنڈی میں ملازمت اختیار کی تو یہاں ایوب محسن سے ملاقات ہوئی جو اس وقت شاعر کی حیثیت سے معروف تھے۔ انہی کی وساطت سے آپ کا تعارف اس دور کے دیگر شعراء حفیظ انوری، منظور سیل، صادق نسیم، عزیز ملک، غلام سرور آرزو اور اظہر فاروق وغیرہ سے ہوا۔ ایوب محسن کی دعوت پر عبدالعزیز فطرت کی رہائش گاہ پر منعقد ہونے والے مشاعرے میں پہلی مرتبہ شریک ہوئے اور اسی مشاعرے میں ان کی ملاقات راولپنڈی کے مقتدر شاعر انجم رضوانی سے بھی ہوئی۸۴ رشید ساقی کا ایک مشہور شعر ملاحظہ کیجئے:

بنا کے مجھ کو حریفِ کشاکش ہستی
چلے گئے ہیں زمانے کے حادثات کہاں۸۵

پروفیسر نجمی صدیقی رشید ساقی کی شاعری بالخصوص غزل بارے رقمطراز ہیں:

'' ان کی غزل فوری ردّعمل کا اظہار نہیں۔ وہ گہری سنجیدہ سوچ، پختہ کلامی اور غیر معمولی تخلیقی صلاحیت کا پتہ دیتی ہے۔ ان کی غزل میں بنی بنائی شوخ و شنگ تراکیب کی بھرمار نہیں اور نہ ہی وہ الفاظ کا تعاقب کرتے ہوئے معانی کی تلاش میں نکلتے ہیں۔ ان کے مضامین اپنے لئے الفاظ کا چناؤ ازخود کرتے ہیں۔ جس طرح لوہے کے بُرادے کے باریک ذرے مقناطیس کی طرف کھنچتے چلے آتے ہیں''۸۶

اس وقت کا ادبی و شعری منظر نامہ بزرگ شاعر حاجی سرحدی (۱۸۵۰ء- ۱۹۵۰ء)اور انجم رضوانی (۱۹۰۷ء- ۱۹۹۶ء)کے بغیر نامکمل ہے اور راولپنڈی کی ادبی روایت میں یہ دونوں نام معتبر ہیں۔ انجم رضوانی ۲۵ نومبر ۱۹۰۷ء کو راولپنڈی میں پیدا ہوئے، آپ کا تعلق علم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پرورقاضی خاندان سے تھا اور اصل نام قاضی احمد دین تھا۔ شاعری میں اصلاح عطا محمد طاہر سے لی اور باغ سرداراں میں منعقد ہونے والے طرحی مشاعروں میں شرکت کی۔۸۷

ادبی خدمات کے حوالے سے ایک اور شخصیت نمایاں ہے ،جسے ادبی دنیا ایوب محسن کے نام سے جانتی ہے۔ ان کا تعلق راول دیس کے نامور شاعر اور ادبی شخصیت عبدالعزیز فطرت المعروف فطرت عالی مقام کے خانوادے سے تھا۔ عبدالعزیز فطرت ان کے برادر نسبتی تھے۔ راولپنڈی کے ادبی ماحول میں فکری، تنقیدی اور ادبی رویہ ایوب محسن کے نام کا آئینہ دار تھا۔ ایوب محسن بیسویں صدی کے نصف آخر کی ایک فعال جانان اور مضبوط علمی و ادبی شخصیت ہیں ،جنھوں نے اس عہد میں علم و ادب سے وابستہ لوگوں کو ازحد متاثر کیا۔ شوکت واسطی، ڈاکٹر گزن(ڈاکٹرغضنفر)،عزیز ملک، جمیل ملک، سید ضمیر جعفری، کرم حیدری، نذیر احمد شیخ، رزمی صدیقی، جمیل الدین عالی، حفیظ جالندھری، یوسف ظفر، الطاف پرواز، تجمل حسین اختر، اختر ہوشیارپوری، جگن ناتھ آزاد، تلوک چند محروم، حاجی سرحدی، اظہر امرتسری، قتیل شفائی اورخاطر غزنوی وغیرہ سے ایوب محسن کے ذاتی مراسم تھے اور ان اہل قلم سے مل کر خوش ہوتے تھے۔ ۸۸

عبدالعزیز فطرت کے گھر''سدابہار'' کو ادب گاہ کی حیثیت حاصل تھی، یہاں سے ایوب محسن کے شعرو ادب کا ذوق نکھرا اورفن کی باریکیوں کوسمجھنے کا موقع بھی ملا۔ پروفیسر شوکت واسطی کا ایوب محسن بارے خیال ہے:

> ''اس کی شخصیت کے اور بھی کئی خاص پہلو تھے، شاعر وہ عمدہ تھا مگر شغف شغل شاعری سے سنجیدہ نہ کیا، کیا بھی تو اپنے بڑے بھائی رفیق کی شہ پر ایک فرضی امتہ الرؤف نسرین کے پردے میں برسوں کلام چھپواتا رہا...نثرنگار بھی وہ اپنی طرز کا تھا، دلنشیں، خوشخط عبارت لکھتا تھا۔ چونکہ فن شعر میں اسے انتہائی کامل عبور تھا، تنقید کے متعدد مقالات قلم بند کئے۔ تحقیق اس کا مرغوب میدان تھا''۸۹

پروفیسر شوکت واسطی کا کہنا ہے انہیں مشاعروں میں دلچسپی عبدالعزیز فطرت کی وساطت سے ہوئی۔ انجمن ادب نے جو کل ہند مشاعرے منعقد کرائے، میں اس زمانے کے معروف ترین اساتذہ سخن کو دیکھنا اور سننا نصیب ہوا اور اپنا کلام پیش کرنے کے مواقع بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میسر آئے۔ جس سے بہت حوصلہ افزائی ہوئی۔ ان مشاہیر میں احسان دانش، ساغر نظامی، فیض احمد فیض اورضمیر جعفری کے کلام کا رنگ بھی دیکھا[۹۰] راولپنڈی کے ادبی منظرنامے میں ابھرنے والی شخصیت ایوب محسن کی شاعری کا رنگ دیکھئے:

شب فراق میں دُودِ چراغ لہرایا
ہم اضطراب میں سمجھے، ہے پیچ و تاب میں سانپ[۹۱]

ایوب محسن کوعلم عروض کا ملکہ حاصل تھا۔ انہوں نے علم عروض کی رو سے مشہور شعراء کی شاعری میں اسقام کی نشاندہی بھی کی۔ بقول صادق نسیم ایوب محسن ایک باکمال شاعر تھے۔اس ضمن میں ایک حوالہ دیتے ہیں کہ جس دور میں ''باقیات فانی'' شائع ہوئی تو ایوب محسن اس وقت دہم جماعت کے طالب علم تھے۔ آپ نے فانی کو خط لکھ کر ان کی غزل کے دو بے وزن مصرعوں کی نشاندہی کی، فانی نے ایوب محسن کا شکریہ ادا کیا۔مزید برآں رعنا اکبر آبادی کی رباعیات میں وزن کی کئی غلطیوں کو سامنے لائے[۹۲] ایو ب محسن نے شعراء کے ساتھ مشرقی پاکستان[۹۳] کا سفر بھی کیا۔ آپ کا شعر روزمرہ زندگی کا آئینہ دار ہے:

اللہ اللہ زندگانی کے مصائب کا محاذ
توبہ توبہ کس کو صاحب فرصت یک سجدہ ہے[۹۴]

ایوب محسن نے عبدالعزیز فطرت کی کتاب ''کلام فطرت''[۹۵] میں ان کے حوالے سے جن خوبیوں کا ذکر کیا ہے وہ تمام کماحقہ موجود تھیں۔ نظم و نثر دونوں کو ترویج دینے میں فطرت نے بہت کام کیا۔ شاعروں، ادیبوں کو ملک بھر سے اکٹھا کرنے میں بڑا کردار ادا کیا جس کو ایوب محسن نے آگے چل کر تقویت دی۔ ایوب محسن اپنی ذات میں انجمن تھے۔ دوستوں سے تعلق داری، ادبی محافل کا انعقاد اور رسائل و جرائد میں مضامین لکھنا نیز ہفت روزہ ''راہ و منزل''[۹۶] کی ترتیب و تدوین اور خطوط کے جواب دینا ایوب محسن کا معمول تھا[۹۷]

بعداز قیام پاکستان جن شاعروں اور ادیبوں نے ہجرت کے بعد راولپنڈی کو اپنا مسکن بنایا، ان کی وجہ سے راولپنڈی کے ادبی ماحول میں نکھار پیداہوا۔ اسی دوران یہاں ریڈیو سٹیشن قائم کرنے کی کوششیں کی جا رہی تھیں لہٰذا یکم دسمبر ۱۹۵۰ء میں ریڈیو پاکستان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راولپنڈی کی نشریات کا آغاز ہوا۔اولین دور میں سرکاری محکموں کے افسران ریڈیو کے لئے تقاریر لکھا کرتے تھے اور پوٹھوہاری پروگرام بھی نشر ہوتے تھے نیز مقامی ماحول سے متعلق دلچسپ مواد نشریات کا حصہ تھا۔ یوسف ظفر نے ٹیکسلا بارے فیچر لکھے جسے نشر کرنے میں مسعود قریشی، محمد عمر اور سید عطا حسین کلیم کا کردار نمایاں تھا۹۸ اس بارے عزیز ملک رقمطراز ہیں:

> ''راولپنڈی میں ریڈیو کا قیام قدرے تاریخی نوعیت کا ہے کیونکہ اس کے عملہ میں ایسے ایسے اہل قلم شامل ہو کر یہاں آئے جن کی حیثیت اور شہرت ملک گیر تھی بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ اس لنکا کا ہر فرد باون گزا تھا۔ میری مراد محمود نظامی، یوسف ظفر مختار صدیقی، ممتاز مفتی اور سید عطا حسین کلیم وغیرہ حضرات سے ہے۔ صدا کاروں میں نفیس خلیلی، تاج امیر خاں اور محمد حسین وغیرہ منجھے ہوئے لوگ شامل تھے'' ۹۹

۵۰ء کی دہائی میں یہاں جن شعراء نے شہرت حاصل کی ان میں یوسف ظفر، مختار صدیقی، اختر ہوشیارپوری، مسعود قریشی، خورشید انور جیلانی، حافظ مظہر الدین، امین راحت چغتائی، غلام رسول طارق، صادق نیازی، ڈاکٹر ظہیر فتح پوری، ربیعہ فخری، مضطر اکبر آبادی، عطا حسین کلیم، رابعہ نہاں، صفیہ شمیم ملیح آبادی، سید صفی حیدر دانش، احمد شمیم، نذیر احمد شیخ، سید ضمیر جعفری اور توصیف تبسم کے نام نمایاں ہیں۔۱۰۰

تنقیدی محافل کے حوالے سے راولپنڈی میں حلقہ ارباب ذوق نے اہم کردار ادا کیا جس میں نئے فکرو نظر کے زاویے سامنے آئے۔ اہل قلم کو حوصلہ ملا اور اردو زبان و ادب کو فروغ حاصل ہوا۔ بعدازاں کئی ادبی اداروں نے تنقید کا رنگ حلقہ ارباب ذوق سے ہی لیا۔ حلقے کے بنیادی ارکان کے علاوہ احمد شریف، روشن نگینوی، غلام رسول طارق، قمر سعید زیدی، کرم حیدری، توصیف تبسم، ظہیر فتح پوری، اکرام بریلوی، حبیب فخری، تجمل حسین اختر، خورشید انور جیلانی، مشتاق اسلام آبادی، مہر اکبر آبادی، اصغر علی احسن، صادق نسیم، ایوب محسن، صدیق اثر، احمد معصوم، افضل پرویز، محبّ عرفانی، امین راحت چغتائی، عابد منٹو، حسن طاہر، جمیل ملک اور منظور عارف بھی حلقے میں شریک ہوتے رہے نیز آغا بابر، تجمل حسین، اختر آفتاب احمد، ضیا جالندھری، ربیعہ فخری، میجر (ر)ابن الحسن، نصیر انور، رشید نثار، ریاض قادر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور منیر شیخ نے بھی اہم کردار ادا کیا۔**۱۰۱**

حلقے کے فروغ اور شعرو ادب کی ترقی کیلئے سالانہ انتخابات اور جلسے بھی منعقدہوتے رہے۔ وقتاً فوقتاً شعراء و ادباء کی تعداد میں کمی اور اضافہ بھی ہوتا رہا۔ نئے اہل قلم شامل ہوتے رہے اور ان میں سے بیشتر غلام رسول طارق (پیدائش ۱۹۲۸ء)کے شاگرد تھے۔ حلقے میں نفسیاتی جائزے، خاکے اور پارے کی تخلیق جیسے تجربات بھی ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ رپورتاژ کی صنف بھی پاکستان میں حلقہ کی پنڈی شاخ سے ابھری اور پروان چڑھی، اس حوالے سے خورشید انور جیلانی کا نام نمایاں ہے۔ آپ نے بے شمار رپورتاژ لکھے ا ور حلقے میں پیش کرتے رہے۔ نثر کے علاوہ آپ شعر بھی خوب کہتے تھے۔**۱۰۲**

یوسف ظفر (۱۹۱۴ء - ۱۹۷۲ء) اس دور کے نمایاں شعراء میں سے ہیں جنہوں نے غزل کہی اورنظم میں بھی طبع آزمائی کی۔ آپ مری میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد کاروبار کے سلسلے میں مقیم تھے جو بعدازاں راولپنڈی میں آباد ہو گئے۔ جب والد کی رحلت ہوئی تو آپ زندگی کے ایک نئے مرحلے میں داخل ہوئے اور اسی صدمے اورا لمیے کے ساتھ شاعری کا آغاز بھی ہوا اور پھر نوحہ بھی خوب کہا۔ آپ کے والد پنجابی میں شعر کہتے تھے اس طرح آپ نے شعر کہنا ورثہ میں پایا اور ظفر تخلص کیا۔ مشاعروں میں شرکت رہی اور رسائل میں کلام بھی شائع ہونے لگا۔ فکر معاش اور دیگر مصائب کے ساتھ ساتھ شعرو شاعری بھی جاری رہی۔ یوسف ظفر نے احسان دانش کی دوستی کو ذہنی سکون اور میرا جی کی رفاقت کو قلبی سکون قرار دیا۔ میراجی کے زیر اثر ہی آزادنظم کہی، آپ نے نعت بھی کمال کہی**۱۰۳** ایک شعر دیکھئے:

حیات عشقِ محمدﷺ ہے کاش مل جائے
وہ زندگی کہ ہے جس کی تلاش مل جائے**۱۰۴**

حافظ مظہر الدین (۱۹۱۳ء- ۱۹۸۲ء)نے شعر کہے تونعتیہ کہے اور بات کی تو مدینے کے عشق میں کی۔ آپ نے جذب و کیف اورعشق ورثہ میں پایا۔ آپ کے والد مولانا نواب الدینؒ مشہور شیخ طریقت اور اعلیٰ خطیب تھے۔ آپ کو عشق رسولﷺ گھر سے ملا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ نے حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ صرف ونحو پڑھی اور فقہ، حدیث اور تفسیر پر بھی عبور حاصل کیا۔ قومی نظمیں کہیں لیکن نعت کے حوالے سے ہی جانے گئے ۔ایک شعر ملاحظہ کیجئے:

ہوا نصیب مجھے منصبِ ثنائے رسولؐ
مجھے بیان کے اسلوب بے شمار ملے۱۰۵

اس دور کے شعراء میں سے امین راحت چغتائی (پیدائش ۱۹۳۰ء)کا نام بھی نمایاں ہے۔ تحقیق و تنقید میں آپ کو خاصی دلچسپی ہے اور اس موضوع پر کئی کتب لکھ رکھی ہیں۔ آپ کی نعت سے عشق رسولﷺ عیاں ہے۔ نعت کا ہر شعر جذب و کیف کی مستی سے لبریز ہے۔ آپ نے غزلیں اور نظمیں خوب کہی ہیں اور ہائیکو کی صنف بھی اختیار کی۔ ''وادی کشمیر' کے نام سے ایک سفر نامہ بھی منظر عام پر آیا ہے۔ آپ نے اختر غوری سے مل کر ادب اور سائنس کے حوالے سے ایک ادبی پرچہ نکالا جو قیام پاکستان کے بعد اپنی نوعیت کا پہلا پرچہ تھا۔ عبدالعزیز فطرت، عبدالحمید عدم، باقی صدیقی، ایوب محسن کا شمار سینئر شعراء میں ہوتا تھا۔ آپ کے بقول ایوب محسن حلقہ ارباب ذوق سے ہی وابستہ رہے اور باقی صدیقی بنیادی طور پر ترقی پسند تھے ،آپ انجمن ترقی پسند مصنفین کے اجلاسوں میں بھی شرکت کرتے رہے۔ جو پہلے پہل گارڈن کالج اور افضل پرویز کے گھر اور بعدازاں مستقل طور پر لیاقت باغ کے میدان میں بھی محفلیں جمتی رہیں۱۰۶ امین راحت چغتائی کا راولپنڈی بارے کہنا ہے:

> ''مہمان نوازی فطرت میں ہوتی ہے، راولپنڈی کا پرانا زمانہ مہمان نواز ہی تھا۔راولپنڈی میں ہندو ہوں یا مسلمان ہوں، مہمان نوازی میں فرق نہیں آتا تھا۔ اب جو اردو بازار ہے یہ بازار تلواڑاں کہلاتا تھا، بڑی بڑی دکانیں ہوتی تھیں۔ کابل کی مرکزیت راولپنڈی تھی، تجارت ساری یہاں سے ہوتی تھی، اس کی وجہ سے لوگ یہاں رواں پشتو بولتے تھے، ہندو بھی پشتو بولتے تھے۔ راولپنڈی میں تو آدھی پوٹھوہاری اورآدھی پشتو بولی جاتی تھی اور اس کے ساتھ فارسی بھی بولی جاتی تھی۔میں، باقی صدیقی، افضل پرویز، ایوب محسن اور محمد صادق وغیرہ لیاقت باغ کے میدان میں بیٹھتے''۱۰۷

امین راحت چغتائی کی غزل کا ایک مطلع ملاحظہ ہو:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ناخدا پہ عجب سانحہ گزرنے لگا
کہ وہ ڈبو بھی چکا اور میں ابھرنے لگا۱۰۸

سید عطا حسین کلیم (۱۹۱۷ء-۱۹۹۸ء) بھی اس دور کے اہم شعراء میں سے تھے اور اپنی منفرد خصوصیات کے باعث الگ پہچان رکھتے تھے۔ آغاز میں عاجز تخلص کیا لیکن آپ کی قوت گویائی دیکھ کر ابو الاثر حفیظ نے کلیم تخلص تجویز کیا۔ مقامی مشاعروں اور ادبی مجالس میں بھی خوب شرکت کی۔ مقامی ریڈیو کا آغاز ہوا تو یوسف ظفر کے فیچر کے منظوم حصوں کو آپ نے ہی ترنم سے سنایا۔ عزیز ملک کے بقول کلیم ذہن رسا رکھتا تھا اور ذکاوت فہم بھی۔ بدیہہ گوئی میں کمال حاصل تھا۔کسی بھی موضوع پر طبع بند نہیں اور نہ اس کا قلم کہیں رکتا ،گفتگو میں ایسی چاشنی تھی کہ سامع دنگ رہ جاتا تھا۔۱۰۹

یہاں انجمن ''تعمیرادب' 'کا ذکر بھی ضروری ہے جس کی بنیاد خورشید علی بٹ کی کوششوں سے اسلام پسند ادیبوں نے ۱۹۴۹ء میں رکھی تھی۔ خورشید علی بٹ انگریزی کے ادیب تھے 'اردو میں اچھے اور طویل مقالے بھی لکھے۔ ڈاکٹر رفیع الدین، رزمی صدیقی 'عطا حسین کلیم، سید تجمل حسین اختر، پروفیسر سعید اختر، صادق نیازی، منظور، حنیف آغا، عزیز ملک اور امیر علی قریشی اس انجمن کے بنیادی اراکین میں سے تھے۔ اس کے علاوہ جمیل ملک، احمد ظفر، امین راحت چغتائی اور عابد منٹو بھی باقاعدگی سے شرکت کرتے رہے۔ اس انجمن نے بڑے پیمانے پر تین جلسے بھی منعقد کرائے۔ جن میں مشتاق احمد گورمانی، ابو الاثر حفیظ جالندھری، کرنل خواجہ عبدالرشید اور سید ضمیر جعفری حصہ لیتے رہے۱۱۰ عزیز ملک کا پنڈی میں مزاح نگاروں بارے کہنا ہے:

> ''اتفاق کی بات ہے ملک کے ممتاز مزاح نگار بھی پنڈی میں ملیں گے۔ ڈاکٹر گزن اور نذیر شیخ اللہ کو پیارے ہو چکے۔ سید محمد جعفری بھی بہت دنوں یہاں رہے۔ سید ضمیر جعفری، کرنل محمد خان، سید باقر علیم، مشتاق قمر اور منصور قیصر پنڈی ہی میں آباد ہیں ۔اس لحاظ سے پنڈی کو شہر مزاح نگاراں کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ان حضرات کے علاوہ کرنل شفیق الرحمٰن، ممتاز مفتی، وکیل اظہر فاروقی، عالم صدیقی اور تجمل حسین اختر بھی طنزومزاح کا خاصا مذاق رکھتے تھے'' ۱۱۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سید ضمیر جعفری (۱۹۱۴ء- ۱۹۹۹ء) نے اگرچہ سنجیدہ و قومی شاعری بھی خوب کی لیکن شہرت انہیں مزاح نگاری کے حوالے سے ہی ملی۔ ''مافی الضمیر'' کے نام سے آپ کی مزاحیہ شاعری کے مجموعہ نے شہرت کی بلندیوں کو چھوا۔ شاعری کے ساتھ ساتھ صحافت کے شعبہ سے بھی منسلک رہے اس حوالے سے چراغ حسن حسرت کے ساتھ امداد باہمی کی بنیاد پر ایک ہفت روزہ ''شیرازہ'' کے نام سے نکالا اور بعدازاں سرکاری ملازمت بھی اختیار کی۔ آپ روزنامہ ''غالب'' کے مدیر اعلیٰ رہے اور پھر راولپنڈی آ کر ذاتی روزنامہ ''بادشمال'' کے نام سے نکالا۱۱۲ ضمیر جعفری کی غزل کا ایک شعر دیکھئے:

بالآخر جدائی کا موڑ آ گیا
یہ مانا تمہیں نے نبھاہی بہت۱۱۳

سید ضمیر جعفری نے ۱۹۵۰ء میں ابو الاثر حفیظ کی گولڈن جوبلی کا اہتمام کیا۔ اس اجتماع میں بھارت سے لبھورام جوش نے بھی شرکت کی اور پاکستان سے سالک، تاثیر، فیض، عابد علی عابد، مجید لاہوری، احسان دانش، پروفیسر شور، محمود نظامی اور استاد امام دین گجراتی وغیرہ بھی شریک ہوئے تھے۱۱۴ اس دور کے دیگر شعراء میں نیر اکبر آبادی، نظم اکبر آبادی، ظفر اکبر آبادی، فوق لدھیانوی، نیساں اکبر آبادی، مہر اکبر آبادی، تجمل حسین اختر، نجمی صدیقی، نسیم میرٹھی اور حبیب فخری شامل ہیں۔ جو پرچے شائع ہوتے رہے ان میں سے کچھ ماہانہ اور چند ہفت روزہ بھی تھے۔ ان میں ماہنامہ نیرنگ خیال، گردان، طلوع سحر، پرواز، منزل، آفتاب، قومی رضاکار، اقبال، ماحول، تعمیر، پکٹوریل، گرداب، گونج، لکیریں، ابلاغ 'رابطہ قرآن، سالک' اور پیامی شامل ہیں۔ ''تاجر'' اور ''پرواز'' بھی اولین ہفت روزہ تھے جن کا اجراء قیام پاکستان کے بعد ہوا۔۱۱۵

۱۹۶۰ء کی دہائی کو اگر علامت و تجرید کی دہائی کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ ۱۹۵۸ء کے مارشل لاء اور ۱۹۶۵ء کی جنگ نے ہمارے شعر و ادب پر بھی اثرات ڈالے اور براہ راست اظہار کی جگہ علامت نے لے لی۔اس دور کے اہم شعراء میں نثار ناسک، رشید نثار، افضل منہاس، شکیب جلالی، اختر امام رضوی، رشیدہ سلیم سیمیں، سلطان رشک، پروین فنا، انوار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فیروز، سرور کامران، سبط احمد، آفتاب اقبال شمیم اور کرم حیدری کے نام نمایاں ہیں۔ علاوہ ازیں جمیل یوسف، انورمسعود، خاقان خاور، احسان اکبر، سید فیضی، الطاف پرواز اور حامد ہاشمی بھی اسی دوران راولپنڈی میں منتقل ہو کر باقاعدہ ادبی افق پر نمودار ہوئے۱۱۶ شبنم مناروی، اعجاز راہی، مقصود جعفری، سرور انبالوی، سروسہارنپوری، زہیر کنجاہی، امیر الاسلام ہاشمی اورعظیم الوقار فرحان اور رشید نثار بھی اس دور کے معروف شعراء میں سے ہیں۔

اختر امام رضوی (پیدائش ۱۹۳۷ء)کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ اردو اور پوٹھوہاری کے منجھے ہوئے شعراء میں شمار ہوتے ہیں۔ راولپنڈی ریڈیوسٹیشن میں پوٹھوہاری پروگرام" راول رویل" بھی پیش کرتے رہے۔ اسی طرح آفتاب اقبال شمیم نے بطورنظم نگارخوب نام کمایا۔ ان کا شمار جدید اردو نظم کے نمائندہ شعراء میں کیا جاتا ہے۔ اس دور میں کرم حیدری کا نام بھی مشہورشعراء میں شامل تھا۔ جنہوں نے غزل اورنظم دونوں اصناف میں طبع آزمائی کی اور ان کے لوک گیتوں کے ایک مجموعہ" پوٹھوہاری گیت" کو خاصی مقبولیت حاصل ہوئی۱۱۷

حکیم سروسہارنپوری (۱۹۳۴ء- ۲۰۱۲ء)نے بھی شاعری کی مختلف اصناف حمد، نعت، منقبت، غزل، قطعہ اور منظوم تراجم کے حوالے سے شعر و ادب میں ایک ممتاز مقام حاصل کیا۔ آپ واعظ، مبلغ، خطیب، طبیب، دانشور اور کالم نگار بھی تھے'حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔آپ کی شاعری سے مقصدیت کا پہلو واضح جھلکتا ہے۔ غزل سے عشق مجازی کم اورعشق حقیقی کااظہار نمایاں ہے۔ نثار ناسک، افضل منہاس، اختر امام رضوی، جمیل یوسف، انورمسعود، احسان اکبر اور سروسہارنپوری کی غزل کے تیور دیکھئے:

(نثار ناسک)

عمر بھر سورج تھا سرپر، دھوپ تھی میرا لباس
اب یہ خواہش ہے، گھنی چھاؤں میں ہو مرقد مرا۱۱۸

(افضل منہاس)

ایک ہی فنکار کے شہکار ہیں دنیا کے لوگ
کوئی برتر کس لیے ہے، کوئی کمتر کس لیے۱۱۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(اختر امام رضوی)

میں ہر اک حال میں تھا گردشِ دوراں کا امیں
جس نے دنیا نہیں دیکھی، مرا چہرہ دیکھے[۱۲۰]

(جمیل یوسف)

تو ہر اک شے میں ملے گا مجھ کو
تجھ کو پاؤں گا، جدھر جاؤں گا[۱۲۱]

(انورمسعود)

اسے تو پاس خلوص وفا ذرا بھی نہیں
مگر یہ آس کا رشتہ، کہ ٹوٹتا بھی نہیں[۱۲۲]

(احسان اکبر)

سبھی جن کو تجھ سے ہیں دوریاں غمِ دہر کی
تجھے دیکھنے کے خیال میں مجھے دیکھتے[۱۲۳]

(سروسہارنپوری)

تمہارا حسن آج بھی تلاش دیدہ ور میں ہے
تمہارے در سے خاک ہو کے لاکھ دیدہ ور گئے[۱۲۴]

خطہ پوٹھوہار، خاص کر راولپنڈی کے ادبی افق پر نمودار ہونے والا ایک اہم نام رشید نثار (پیدائش ۱۹۲۷ء-۲۰۱۳ء) بھی ہے۔ آپ نے پنڈی حلقے کے بانی اراکین ڈاکٹر اکرام قمر اور ان کے بھائی اختر ہوشیارپوری ایسی ادب پرور شخصیات کے ساتھ اپنی زندگی کے ابتدائی سال گزارے اور تقریباً نصف صدی سے زائد عرصہ اردو زبان و ادب کی ترویج میں صرف کیا۔ حلقہ ارباب ذوق راولپنڈی میں ڈاکٹر رشید نثار کو مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ نظم نگاری، نثر اور تنقید میں ان کی صلاحیتوں کو بھرپور سراہا گیا۔ آپ نے ادب کی مختلف اصناف افسانہ، مضمون، انشائیہ، نظم، غزل، قطعہ، ماہیا میں بھی خوب طبع آزمائی کی اور تنقید و تحقیق میں خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ نے ہمیشہ معاشرتی روایات، رسم و رواج، اقدار اور بالخصوص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علاقائی روایات کا پاس رکھنے کی سعی کی (۱۲۵) غزل کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

میں ہوں رنگ کا ایک ہیولا، لمحے کی اک قوس ہوں میں
میرا شہر ہے چلتا دریا، اس دریا میں بہتے دو۱۲۶

۷۰ء کی دہائی میں راولپنڈی کے ادبی و شعری منظرنامے پر جو نام ابھرے ان میں نسیم سحر، خاور اعجاز، ارشاد ارشی، زاہد نوید اور بشیر سیفی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں شرف الدین مصلح، ماجد صدیقی، جلیل عالی، محمداظہارالحق، حسن عباس رضا، خالد اقبال یاسر، قیوم طاہر اورعلی محمدفرشی بھی نمایاں شعراء میں سے ہیں۔نسیم سحر اس دور کے شعراء میں سے ایک اہم نام ہے۔ آپ نے شعر اورنثر دونوں میں طبع آزمائی کی۔ غزل اور نظم میں زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں لیکن شاعری میں غزل کو ہی اپنی محبوبہ سمجھتے ہیں۔اس دور کے بیشتر شعراءنسیم سحر کے معاصرین، شعراء میں سے ہیں جن کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

بشیر سیفی (۱۹۵۱ء-۲۰۰۱ء)راولپنڈی کے ادبی منظر پراپنا گہرا نقش چھوڑ گئے۔ آپ پنڈی کے علاقے ٹینچ بھاٹہ میں رہائش پذیر اور ایک اچھے شاعر کے طورپر جانے جاتے تھے۔ احباب میں انہیں قابل اعتماد اورمخلص دوست سمجھا جاتا تھا۔ جب بھی دوستوں کا مل بیٹھنا ہوتا تو پنڈی اور پنڈی سے باہر کے رویے، ادبی پرچے، شعراء و ادب پر بحث و مباحثہ ہوتا۔ زندگی میں آپ یکسر دوغلے پن سے دور رہے،ملمع سازی سے کنارہ کشی کی اور اپنی انا کو کبھی جھکنے نہ دیا۔غم دوراں کے باوجودعلم و ادب کے ساتھ ناتا جوڑے رکھا اور غزل کہی تو خوب کہی۱۲۷ غزل کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

یہ سوچ کر میں دھوپ کی سختی کو سہہ گیا
آخر کہیں تو سایہ دیوار بھی رہا۱۲۸

خاور اعجاز (پیدائش ۱۹۵۰ء)بھی نسیم سحر کے معاصرین شعراء میں سے ہیں ا ورشعر و ادب میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ شاعری کے علاوہ نثر میں بھی آپ کو کمال حاصل ہے۔ تحقیق و تنقید مرغوب مشغلہ ہے۔شاعر ہونے کے علاوہ بطور نقاد بھی اپنی حیثیت منوا چکے ہیں۔ طرز اظہار اور لب و لہجہ کے باعث آپ کو دیگر معاصرین شعراء میں امتیاز حاصل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۔ آپ نے شاعری کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کی۔ غزل کا مطلع ہے:

خشک صحراؤں سے اندازِ جوانی مانگے
کون سوکھے ہوئے دریاؤں سے پانی مانگے ۱۲۹

جلیل عالی (پیدائش ۱۹۴۵ء) بھی اس دور کے ایک اچھے شاعر ہیں۔ خاور اعجاز ان کی شاعری بارے اظہار خیال کرتے ہیں:

''اس نے نہایت سوچے سمجھے استعاروں، تلمیحات اور اشاروں کی زبان میں زندگی کے مثبت جذبوں اور سوچوں کی ترجمانی کی ہے اور شعر کو اپنے کردار کی طرح سنوارا ہے...عالی کی لفظیات سے بآسانی اس کی ایک لغت مرتب کی جا سکتی ہے۔ یہ الفاظ اس کے مالکانہ نہیں لیکن انہیں جس لہجہ، جن ترتیبوں اور صوتیات کے ساتھ ادا کیا گیا ہے وہ البتہ عالی سے مخصوص ہیں'' ۱۳۰

جلیل عالی کی غزل کا ایک مقطع دیکھئے:

عالی طلوعِ فن کی نشانی یہی تو ہے
لفظوں میں ان کہی کا اثر جاگنے لگے ۱۳۱

حسن عباس رضا (پیدائش ۱۹۵۱ء) اور شرف الدین مصلح بھی اس دور کے معروف شعراء میں سے ہیں۔ حسن عباس رضا بھرپور تخلیقی صلاحیتوں کے مالک ہیں اور پنڈی کے ادبی منظر نامے پر ایک متحرک شاعر کے طور پر نمایاں کردار ادا کررہے ہیں۔ شرف الدین مصلح نے جو اب شرف الدین شامی کے نام سے جانے جاتے ہیں، ابتداء میں نظم کہی بعد ازاں نعت کی طرف بتدریج رجوع کیا۔ مشاعروں میں آپ کی مترنم آواز کا جادو چلتا رہا۔ گفتگو اور شاعری کو اسلامی تاریخ سے گزارتے رسول کریم ﷺ کی مدح کی طرف لے جاتے ہیں۔ تصوف کی جانب رغبت والد محترم سے ملی۔ نظم کے بعد غزل کی طرف متوجہ ہوئے اور طبع آزمائی کرنے لگے مگر اب ان کے افکاروجذبات نعت سے وابستہ ہیں۔ بقول خاور اعجاز ان کی نعت کے جس پہلو نے زیادہ متوجہ کیا وہ نبی اکرم ﷺ کے حضور ہدیہ درودوسلام کیلئے خدا کے وسیلے پر انحصار ہے (۱۳۲) نمونہ نعت دیکھئے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصیب دونوں جہانوں میں ان کی نسبت ہو
میں ان سے کٹ کے کہیں بھی رہوں خدا نہ کرے[۱۳۳]

علی محمد فرشی (پیدائش ۱۹۵۵ء) کا شمار اہم شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ نے غزل، ہائیکو، ماہیا اور نثر بھی لکھی لیکن نظم میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔ معمولی واقعات کو معنی خیز بنانے کا فن جانتے ہیں اور جدید اردو نظم کے حوالے سے ایک اچھے شاعر کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ منفرد لہجے کے نظم گو ہیں جنہیں قدرت نے بے پناہ توفیق اور امکانات سے نوازا ہے۔ معاصرین میں اپنی سوچ، فکر، تخیل اور لہجے کے لحاظ سے امتیاز حاصل ہے۔ نظم آپ کا خاص میدان ہے جس میں زمانی و امکانی لحاظ سے بھی جدت پائی جاتی ہے[۱۳۴]

قیوم طاہر (پیدائش ۱۹۵۲ء) بھی نسیم سحر کے معاصر ممتاز شاعر ہیں ۔سعودی عرب میں اکٹھے مشاعرے پڑھتے رہے۔ ان کا شمار پاکستان اور سعودی عرب دونوں ممالک کے شعراء کے حوالے سے کیا جا سکتاہے۔ قیوم طاہر ابتداء میں روایت سے جڑے ہوئے شاعر کے طور پر سامنے آئے لیکن اس روایت کے ساتھ انہوں نے جدیدیت کے دامن کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ابتداء سے ہی آپ کی شاعری میں ماحول کو ازسرنو مرتب کرنے کا اضطراب موجود تھا، اس طرح اجالوں کی مساعی کرتے ہوئے ایک نیا جہان شاعری پیدا کیا۔ ان کی شاعری میں رومانوی پہلو بھی موجود ہے۔

ہم بچھڑ کے بھی اپنے آسماں بنائیں گے
میں کہیں پہ چمکوں گا تم کہیں پہ مہکو گے[۱۳۵]

نسیم سحر ۱۹۸۰ء میں پاکستان سے سعودی عرب بصیغۂ ملازمت منتقل ہوئے۔ اس وقت تک آپ کا شعری مجموعہ پہلی اڑان کے نام سے منظر عام پر آ چکا تھا۔جس کے دیباچے میں مظہر الاسلام رقم طراز ہیں:

> ’’نسیم سحر نے اپنی شاعری کی ایک زبان تخلیق کی ہے جو اسے اپنے ہم عصر شاعروں سے الگ کرتی ہے اور شاعر کی اپنی موجودگی کا احساس دلاتی ہے۔ مگر ابھی تو یہ نسیم کی پہلی اڑان ہے۔ جذبات کا پرندہ ابھی ابھی پھڑ پھڑا کر اڑا ہے اور امید کی جا سکتی ہے کہ یہ پرندہ سوچ کی نئی اور بلند منزلیں تلاش کرے گا‘‘[۱۳۶]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۷۰ء کی دہائی میں نسیم سحر کی غزل کا رنگ دیکھیے:

اب اسے بھول ہی جاؤں تو یہ بہتر ہو گا
اسے پانا بھی تو کھونے کے برابر ہو گا
اشک بن کر مری آنکھوں میں سمٹ آیا ہے
اور اگر پھیل گیا غم تو سمندر ہو گا
میرے اشعار ترے حسن کا پرتو ہوں گے
تیری پہچان کا سہرا بھی مرے سر ہو گا۱۳۷

اس دور میں ادبی افق پر ابھرنے والے شعراء میں طاہر پرواز، نورین طلعت عروبہ، طارق پیرزادہ، انوار فطرت، قمر جاوید، عارف شاہد، دلشیر ساجد، اسحاق، علی محمد فرشی، عبدالحمید یورش، جبار مرزا، احمد ہاشمی، طاہر حنفی، محمودیہ غازیہ، کاملہ انجم کامی، رضوانہ نورین، فرخندہ نسرین حیات، سید عارف اور ساجد کلیم شامل ہیں۔۱۳۸

پچھلے باب میں سعودی عرب میں اردو کے فروغ اور ادبی سرگرمیوں کا اجمالی جائزہ لیا جا چکا ہے۔ یہاں ہم نسیم سحر کے شعری رجحان اور ان کے معاصرین کا ذکر کرتے ہیں۔سعودی عرب میں آپ کے معاصرین میں شبنم مناروی، منور ہاشمی، فہیم اعظمی، شجاعت علی راہی، عبدالباری انجم، گلنار آفریں، اعتماد صدیقی، قیوم طاہر اور تسلیم الٰہی زلفی شامل ہیں۔

شبنم مناروی(۱۹۴۰ء۔۲۰۰۴ء) کا اصل نام محمد حسین ملک تھا۔ آپ کا تعلق منارہ ضلع چکوال سے تھا۔ اردو اور انگریزی میں ایم اے کرنے کے بعد آپ درس و تدریس کے شعبہ سے منسلک رہے۔ پاکستان کے ادبی حلقوں میں پہچان کے بعد آپ نے سعودی عرب میں بھی شعری و ادبی سرگرمیاں اپنائے رکھیں۔ غزل اور نظم دونوں اصناف میں طبع آزمائی کی۔ اس ضمن میں آپ کے مجموعوں ''خواب حیات'' اور ''پانی پر بہتا پھول'' نے خوب پذیرائی حاصل کی۔ ایک غزل کے دو اشعار ملاحظہ ہوں:

ہجر کی رات کٹی، درد کے سائے نہ گئے
وہ مرے شہر میں اک بار بھی آئے نہ گئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عشق کی تان پہ گونجے تھے ہزاروں نغمے
حسن کے ساز پہ دوچار بھی گائے نہ گئے۱۳۹

فہیم اعظمی (۱۹۲۵ء-۲۰۰۴ء)بھی سعودی عرب کے حوالے سےنسیم سحر کے معاصرشعراء میں سے ہیں۔ آپ کا خاندانی نام امداد باقر رضوی تھا اور ادبی حلقے میں فہیم اعظمی کے نام سے جانے جاتے تھے۔تعلق ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں سے تھا۔ شاعری سے ادبی سفر کا آغاز کیا اور اخبارات و رسائل میں سیاست، اقتصادیات، نفسیات اور شخصیات پر مضامین بھی لکھتے رہے۔ پاکستانی سیاست و ثقافت پر کتابیں بھی شائع ہوئیں۔ آپ کا پہلا ناول ''بہت دیرہو چکی'' ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا۔ بعدازاں ۱۹۸۲ء میں افسانوی مجموعہ ''پھر کیا ہوا'' اور دوسرا ناول''جنم کنڈلی'' ۱۹۸۴ء میں منظر عام پر آیا۔ جدید اردو فکشن میں ان کا ایک نمایاں مقام ہے اور ان کے فن پاروں کو خوب پذیرائی حاصل ہوئی۔ سعودی عرب میں ملازمت سے سبکدوش ہو کر کراچی آئے اور وہیں انتقال ہوا۔ ایک ادبی پرچہ''صریر'' بھی نکالتے رہے۱۴۰ ان کی غزل رومان پرور ہے:

ہر تنگِ جوانی کو چھپا دینے کی خاطر
دامن کے کئی چاک کئی بار سیئے ہیں
ہر لمس ترا عمر درازی کی دعا ہے
ہم موت کو چھو چھو کے بہت دیر جئے ہیں ۱۴۱

شجاعت علی راہی (پیدائش ۱۹۴۵ء) کوہاٹ سےتعلق رکھتے ہیں۔ ان کا شمار پاکستان کے معروف ادباء و شعراء میں ہوتاہے۔کوہاٹ سے ہی بی اے تک تعلیم حاصل کی اور بعدازاں ڈھاکہ یونیورسٹی سے انگریزی میں ایم اے کیا اور مختلف اداروں سے لسانیات اور تعلیمی ٹیلی ویژن کورس بھی کیے۔ پاکستان ٹیلی ویژن لاہور اور راولپنڈی میں پروڈیوسر کی حیثیت سے فرائض منصبی ادا کرتے رہے۔شعری مجموعہ ''برف کی رگیں'' اور''پھول کھلے یا نہ کھلے'' سے ان کا ادبی مقام عیاں ہے۔ علاوہ ازیں بچوں کے لئے بہت سی کہانیاں اورنظمیں بھی لکھیں۔ ایک غزل کا مقطع پیش نظر ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر ایک ضرب کو دل سہہ گیا مگر راہی
جو دستِ گل کے سبب تھی وہ ضرب کاری تھی[۱۴۲]

ڈاکٹر منور ہاشمی (پیدائش ۱۹۵۷ء) بھی اس دور کے اہم شعراء میں سے ہیں۔ ان کا خاندانی نام سید منور حسین شاہ ہے، سعودی عرب میں ۱۹۹۳ء سے ۲۰۰۷ء تک قیام پذیر رہے اور پھر پاکستان آ گئے۔نسیم سحر اور آپ کے مابین گہری رفاقت بھی پائی جاتی ہے۔ مختلف شعری اصناف غزل، نظم، نعت میں طبع آزمائی کرتے ہیں ۔نثر میں تحقیق و تنقید کے ساتھ ساتھ صحافت میں بھی خاصی دلچسپی رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنی پی ایچ ڈی کا مقالہ ''اقبال کی اردو شاعری میں فطرت نگاری'' کے موضوع پر لکھا۔ اس ضمن میں اقبال ایوارڈ بھی حاصل کر رکھا ہے۔[۱۴۳] ان کی غزل کے دو اشعار ملاحظہ کیجیے:

ایک ہی مسئلہ تا عمر مرا حل نہ ہوا
نیند پوری نہ ہوئی خواب مکمل نہ ہوا
ان سے ملتے ہیں بچھڑ جاتے ہیں پھر ملتے ہیں
زندہ رہنے کا عمل ہم سے مسلسل نہ ہوا[۱۴۴]

عبدالباری انجم(پیدائش ۱۹۳۴ء-۲۰۱۳ء) الٰہ آباد میں پیدا ہوئے اور بعدازاں ۱۹۴۷ء سے کراچی میں سکونت اختیارکی۔ عربی اور فارسی کی ابتدائی تعلیم سہارن پور میں حاصل کی اور ۱۹۵۸ء میں بی اے بی ٹی کیا اور قاہرہ کی الازہر یونیورسٹی سے اعلیٰ عربی تعلیم بھی حاصل کی۔ وہاں قیام کے دوران علامہ محمداقبال کی متعدد فارسی اور اردو نظموں کا منظوم ترجمہ کیا اوردیگر کئی شعراء کے کلام کا بھی اردو میں منظوم ترجمہ کیا۔ غزلیں اور منظوم تراجم '' ماہ نو'' اور''چٹان'' لاہور میں شائع ہوتے رہے۔ قاہرہ کے خالص ادبی ماحول میں بھی اردو غزل سے خود کو وابستہ رکھا اور ریڈیو جدہ میں طویل عرصہ ملازمت کی، چند برس پہلے جدہ ہی میں انتقال ہوا[۱۴۵] غزل کا ایک شعر ملاحظہ ہو:

پہلے تھا میں کشاکشِ غم اور شب فراق
اب وہ ہیں اور دیدہ گریاں نہ پوچھیے[۱۴۶]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختار النساء بیگم تخلص بہ گلنار آفریں (پیدائش ۱۹۴۷ء)بھی نسیم سحر کی معاصرشاعرہ ہیں۔ بچپن سے شاعری اور لڑکپن سے افسانہ نگاری شروع کی۔تخلیقات متواتر ''نیرنگ خیال'' میں شائع ہوتی ہیں۔ غزل تخیلات اور احساسات کا امتزاج ہے۔ داخلی و خارجی موضوعات ان کے افسانے کاحصہ ہیں، الفاظ اور خیالات سے آپ کی صلاحیتیں عیاں ہیں۔ شاعری میں روایت سے وابستہ نظر آتی ہیں لیکن جدت پسندی سے دور بھی نہیں۔ غزل کے دو اشعار دیکھیے:

تشنگی میں بڑا سرُور ملا
زندہ رہنے کا اک شعور ملا
میرے اپنے بدن کا سایہ بھی
اتنا نزدیک ہو کے دور ملا۱۴۷

نسیم سحر کے ایک اوردوست اور معاصر شاعر اعتماد صدیقی (پیدائش ۱۹۴۴ء) کاتعلق حیدر آباد دکن سے تھا۔ تین برس تک جامعہ عثمانیہ میں بطور لیکچرار فرائض منصبی ادا کرتے رہے اور ۱۹۷۰ء سے شاعری کا آغاز کیا۔تخلیقات،بیسویں صدی، سب رس ،ہندوستان، افکار، اردو ادب پاکستان اور راوی لندن میں شائع ہوئیں۔ حلقہ ارباب ذوق جدہ کے پہلے صدر کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ انگریزی ادب میں بھی خاصی دلچسپی رکھتے تھے۔ وفات دکن میں ہوئی۱۴۸ غزل کے دو اشعار ملاحظہ کیجیے:

ہر طرف آفتیں تھیں موسم کی
اِک پرندہ مگر اُڑان میں تھا
میں نے پانی کی بوند مانگی تھی
کب سمندر مرے گمان میں تھا۱۴۹

قیوم طاہر نے سعودی عرب میں بھی نسیم سحر کے ساتھ خوشگوار وقت گزارا اور شعری وادبی سرگرمیوں میں پیش پیش رہے۔ ۸۰ء کی دہائی کی غزل کا ایک شعر ملاحظہ کیجیے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم آئینوں کی طرح تھے سو ٹوٹ پھوٹ گئے
وہ پتھروں کی طرح تھے، سو معتبر ہی رہے ۱۵۰

نسیم سحر سعودی عرب میں تقریباً ۳۱ برس تک ادبی و شعری منظرنامے پردرخشاں ستارے کی مانند چمکتے ودمکتے رہے۔ آپ وہاں ادبی وسماجی تنظیموں سے وابستہ رہے او ر ایک فعال رکن کے طور پر بھی کام کیا۔ اپنے پیارے وطن پاکستان کے حوالے سے بیشتر نغمے اور نظمیں لکھیں اور یوم آزادی، یوم دفاع پاکستان، قائداعظم اور علامہ اقبالؒ جیسے موضوعات کا احاطہ بھی کیا۔ سعودی عرب میں قیام کے دوران قومی حوالے سے منعقد ہونے والی محفلوں میں آپ سے قومی نظمیں سنی جاتیں اور وہاں مقیم ایک پاکستانی گلوکار نے آپ کی قومی نظموں پر مشتمل ایک آڈیو البم بھی تیار کیا۔ آپ کی شاعری کی بابت تسلیم الٰہی زلفی کا خیال ہے:

> ''نسیم سحر کے بیان میں تازگی اور لہجے میں گھلاوٹ ہے، ان کے شعروں میں لمسیات و حسیات کی کیفیتوں کی سرشاری ہوتی ہے، ان کی شاعری میں روحِ عصر دھڑکتی ہے وہ آنے والے دنوں کی بشارتیں لکھتے ہیں'' ۱۵۱

نسیم سحر سعودی عرب میں قیام کے دوران مشاعروں میں شرکت کیلئے دیگر ممالک کینیڈا، انگلستان، فرانس، بنگلہ دیش اور خلیجی ممالک میں بھی جاتے رہے اور سعودی عرب میں ادبی سرگرمیوں اور دیگر مختلف ادبی تقریبات میں مقالات پڑھنے کیلئے ریاض، دمام، الخبر جیسے شہروں کے دور بھی کرتے رہے۔ آپ شہر مدینہ سے خاص لگن اور عقیدت رکھتے ہیں۔جس کی نشاندہی آپ کے نعتیہ کلا م میں موجود ہے:

عطا ہوئے ہیں قرینے تو نعت لکھی ہے
بنے ہیں لفظ نگینے تو نعت لکھی ہے
بغیر ان کی اجازت کے کب یہ ممکن تھا
دیا ہے اِذن نبیﷺ نے تو نعت لکھی ہے
ادا کیا ہے حضوری کا قرض یوں بھی نسیم
میں جب گیا ہوں مدینے تو نعت لکھی ہے ۱۵۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نسیم سحر کی غزل بھی ایک رنگ کی قائل نہیں بلکہ روایت اورجدت کا امتزاج ہے۔ کلاسیکی رنگ کے ساتھ نئے رجحانات بکثرت موجود ہیں۔غم جاناں کے ساتھ غم دوراں کی جھلک بھی غزل میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہے اور گہرا مشاہدہ ان کی شاعری میں ایک اہم پہلو کے طور پر نمایاں ہے۔ غزل کے دو اشعار دیکھیے :

دہکتی دوزخوں میں ہم مکیں ہیں
ہماری جنتیں لیکن یہیں ہیں
اُتر کر پستیوں میں ہم نے جانا
بہت سے آسماں زیرِ زمیں ہیں۱۵۳

نسیم سحر ۷۰ء کی دہائی میںا بھرنے والے شعراء میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ راولپنڈی کی تاریخی اہمیت اور ادبی فضاء و روایت کا اجمالی جائزہ لیا جا چکا ہے جس کا مقصد وقت کے ساتھ ابھرنے والے شعراء، ادبی تنظیموں اور دیگر ادبی سرگرمیوں کاجائزہ لینا تھا۔ راولپنڈی کی یہ ادبی روایت نسیم سحر اور ان کے معاصرین شعراء کے تذکرے پر محیط ہے۔ جس روایت میں عبدالعزیز فطرت نے اپنی تحریک کا اثاثہ ایوب محسن کو سونپا ان کے بعد نسیم سحر نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا۔ راولپنڈی کا قابل قدر خانوادہ واقعتاً اردو نواز اور ادیب وشاعرثابت ہوا۔

۷۰ء کی دہائی کے دیگر شعراء :

۷۰ء کی دہائی کے دیگر شعراء میں جام نوائی بدایونی، خلش کلکتوی، سید عبدالرحمٰن ریاض، حبیب بدایونی، مرزا انوارحسن رخشاں، ایوب فہمی، عزیز ہاشمی، ابرار صدیقی بدایونی، رمضان خاں ساگری، سید ظہیر حیدر زیدی، صابر کاسگنجوی، رضاوارثی، شفیق احمد شفیق، مسرور جالندھری، جلیل شمسی، شمیم متھراوی، مہتاب ظفر، شرافت اجمیری، نثار رزمی، محمد انور سلیم، محمود اختر صنم، اسد اللہ اطہر، محمداسلم ساگر، محمد صابر منتظر، پرویز اختر شاد، قاضی عارف، بیدل جونپوری، شمس الھدیٰ، عزیز اوراقبال چشتی کے نام نمایاں ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۸۰ء کی دہائی کے شعراء :

۸۰ء کی دہائی میں اسلم راہی، طارق نعیم، انجم خلیق،غضنفر ہاشمی، اختر شیخ، بہرام طارق، تبسم اخلاق، درشہوار توصیف، یاسمین غزل، ڈاکٹر ارشد معراج ،ثمینہ راجہ، خاور نقوی، زبیر بازغ، عبیدبازغ، سیف علی، نثار ترابی، وفاچشتی، شیدا چشتی، شوکت مہدی، علی آزر، علی اصغر ثمر، اطہر ضیاء، انور ضیاء، شکیل اختر، رخسانہ نازی، فرخندہ شمیم، شمیم حیدر سید، عظیم الوقار فرحان، مظہر شہزاد، تنویر قادری، محبوب ظفر، اصغر عابداور احمد ظہور کے نام اہمیت کے حامل ہیں۔

۹۰ء کی دہائی کے شعراء :

۹۰ء کی دہائی میں ابھرنے والے شعراء میں کاملہ انجم کامی، ازور شاہین، فاخرہ بتول، علی یاسر،زبیدہ خاتون صبا ،عارف فرہاد، شازیہ اکبر، عرفانہ شاہین، محمد جمیل پرواز، راویہ ہاشمی، ساغر زیدی، مختار مغل صائم، اختر عثمان، عارف فرہاد، راشدا مین، علی ارمان، اشفاق عامر، جنید آزر، آل عمران اور جمال زیدی کے نام مسلمہ حیثیت رکھتے ہیں۔

۲۰۰۰ ء سے تاحال شعراء :

۲۰۰۰ء سے اب تک راولپنڈی کی ادبی و شعری روایت کے حوالے سے جو نا م سامنے آئے ہیںان میں سے مبشر سلیم، راشدہ ماہین ملک، رحمان حفیظ، احمد رضا راجہ، تیمور رشید، احمد فرہاد، نوید ملک، وقاص عزیز، حبیب گوہر، حسن ظہیر راجہ، علی کسور، ساحل نظامی، عتیق چشتی، عقیل شاہ، مظہر مسعود، الیاس بابر، جیا قریشی اور رفعت وحید کے نام نمایاں ہیں۔

خطہ پوٹھوہار خصوصاً راولپنڈی کی ادبی و شعری روایت کا یہاں اجمالی جائزہ لیاگیا۔ آئندہ ابواب میں ہم اس ادبی پس منظر کی روشنی میں نسیم سحر کی مختلف اصناف سخن شعری و نثری کا جائزہ لیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالے/حواشی

۱۔ سطح مرتفع وہ علاقہ ہوتا ہے جو ارد گرد کی زمین سے یک لخت بلند ہوتاہو اور سطح سمندر سے اس کی بلندی کم از کم ایک ہزارفٹ ہو۔
[اکرم الحق راجہ ،تاریخ گوجر خان، لاہور : مکتبہ داستان (پرائیویٹ)لمیٹڈ پٹیالہ گراؤنڈ، باراشاعت اول، ۱۹۹۴ء' ص ۳۲]

۲۔ عزیز ملک، پوٹھوہار، اسلام آباد: لوک ورثہ اشاعت 'گھر ،اشاعت دوم، ۱۹۸۷، ص ۱۱

۳۔ راجہ محمد عارف منہاس، تاریخ پوٹھوہار، راولپنڈی: پاکستان بک ڈپو،اشاعت اول، ۱۹۷۸ء، ص ۳۳۔۳۴

۴۔ کرم حیدری، سرزمین پوٹھوہار، راولپنڈی: مکتبہ المحمود،اشاعت دوم ،۱۹۸۰ء، ص ۸

۵۔ ایضاً، ص ۱۳

۶۔ افضل پرویز، بن پھلواری، اسلام آباد: ادارہ ثقافت پاکستان،اشاعت دوم، ۱۹۸۴ء، ص ۱۸

۷۔ کرم حیدری، سرزمین پوٹھوہار، بحوالہ سابقہ،ص ۳۱

۸۔ ایضاً، ص ۷۷

۹۔ ایضاً، ص ۷۹

۱۰۔ ڈاکٹر نثارترابی ،شاہ مراد حیا ت وفن، اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان ،باراشاعت ن۔د،۲۰۰۴ء، ص ۱۲۸

۱۱۔ کرم حیدری، سرزمین پوٹھوہار، ص ۸۱

۱۲۔ سلطان شادمان کا نمونہ کلام دیکھئے:

بہ عیش بوالہوساں درجہاں چہ کار مرا
کہ دردِ عشق توکافی ست غمگسار مرا
زپائے تاسرم از بہر جرم مستی عشق
بہ زُلفِ یار بہ بندید اُستوار مرا
بہ چشم آں شدہ آم خاکِ تیرہ سُرمہ صِفت
کہ چشم یارمگر آورد بکار مرا
کنند نسبت چشم تُرابہ چشمِ غزال
ازاں خوش است بہ صحرا و کوہسار مرا

[کرم حیدری، سرزمین پوٹھوہار، ص ۸۱]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۳۔ سرزمین پوٹھوہار نے ماضی میں بہت انقلاب دیکھے ہیں اور یہ شمال مغرب کی طرف سے آنے والے تمام حملہ آوروں اور فاتحین کی گزرگاہ رہی چنانچہ قبل از مسیح جہاں مشہور یونانی فاتح سکندراعظم اس سرزمین تک پہنچا، سلطان محمود غزنوی بھی اس سرزمین سے گزر کر کفر زار ہند پر حملہ آور ہوتا رہا۔ سلطان شہاب الدین بھی اس سرزمین سے گزر کر دہلی پہنچا۔ بابر، نادر شاہ او ر احمد شاہ ابدالی بھی یہیں سے گزر کر گئے۔

[کرم حیدری، سرزمین پوٹھوہار، ص ۹]

۱۴۔ کرم حیدری، سرزمین پوٹھوہار، ص ۱۶

۱۵۔ عزیز ملک، *راول دیس*، راولپنڈی: الکتاب پبلشرز،اشاعت دوم، ۱۹۸۶، ص ۱۹

۱۶۔ کرم حیدری، *سرزمین پوٹھوہار*، ص ۱۷

۱۷۔ افضل پرویز، *بن پھلواری*، ص ۳۵

۱۸۔ ایک گکھڑ سردار جھنڈے خان نے مرکز سے بغاوت کر کے جہلم اور سندھ کے درمیانی علاقے پر تسلط قائم کرلیا تھا اور اسی نے ہی غزنی پور کو راول پنڈی کا نام دیا بعدازاں ملکا سنگھ نے ۱۷۶۵ء میں پوٹھوہار پر قبضہ کر کے ۱۸۰۰ء میں غزنی پور ہی میں اپنا فوجی مرکز کھولا تھا۔ بالآخر ۱۸۴۹ء کے بعد انگریز کے عہد میں غزنی پور پھیل کر پنڈی چھاؤنی بن گیا۔

[عزیز ملک، *راول دیس*، ص ۴۲]

۱۹۔ عزیز ملک، *راول دیس*، ص ۴۳

۲۰۔ اگر ہم اس خطے میں قدیم ادبی روایت کا ذکر کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ گپت خاندان کا زمانہ سنسکرت علم و ادب کے عروج کا زمانہ تھا۔ اس خاندان کے دوسرے بادشاہ سمدرگپت کو شعر و ادب سے گہرا شغف تھا۔ وہ اہل علم سے میل جول رکھتا اور شاعروں و ادیبوں کی سرپرستی کرتا تھا۔ شاعروں کے ساتھ اس کے فیاضانہ سلوک نے شاعری اور فارغ البالی کے ازلی بیر کو ختم کر دیا۔ اس کے دربار کا سب سے بڑا شاعر ہری سین تھا۔ سمدرگپت کے بیٹے چندرگپت نے اس حوالے سے کافی شہرت حاصل کی۔سنسکرت زبان کا عظیم ترین ڈرامہ نگار کالی داس بھی اسی راجا کا درباری تھا۔کالی داس کو سنسکرت کا شکسپیئر کہا جاتا ہے۔ آپ کے ڈرامے شکنتلا کا شمار دنیا کی عظیم ترین ادبی تخلیقات میں ہوتا ہے۔ ڈرامہ لکھنے کا فن ہندی الاصل نہیں بلکہ ادب کی یہ صنف یونانیوں کے ہمراہ ہندوستان میں پہنچی تھی۔ سکندر اعظم کے حملے کے بعد ہندوستان کے لوگوں نے بھی اس فن میں دلچسپی لینا شروع کی۔ چنانچہ کئی صدیوں کے مسلسل ارتقاء کے بعد ہندوستان میں ڈرامہ نگاری کا فن گپت خاندان کے زمانے میں اوج کمال پر پہنچا۔ کالی داس کے علاوہ دوسرے ڈرامہ نگار ملیچھوکا تک، مدرا راکشس اور دیوی چندرگپتم سنسکرتی ادب میں نہایت بلندادبی مقام رکھتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت سے دوسرے باکمال شعراء مثلاً بان، مایورا، بھرتری ہری، سبھندو، سری ہرش اور مہندردرمن بھی اسی دور میں گزرے ہیں۔ [کرم حیدری، *سرزمین پوٹھوہار*، ص ۵۶- ۵۷]

۲۱۔ ٹیکسلا کا اصل نام'' ٹکا شسلا'' ہے جس کے معنی ہیں''تراشیدہ پتھروں کا شہر'' ٹیکسلا کے کھنڈر، علوم وفنون کے اس عظیم مرکز کے بارے میں بھی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ یہاں ایک یونیورسٹی تھی جو علوم کا محور تھی۔ شہر میں طلباء کے رہائشی کمرے اور اقامت گاہوں کا پتہ چلتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ یونیورسٹیاں وہیں بنا کرتی ہیں جہاں ترقی یافتہ تہذیب موجود ہوتی ہے اور ٹیکسلا کا شہر ایسے مرکز کی حیثیت اختیار کر چکا تھا جہاں ایشیاء کے تمام حصوں کے طلباء حصول علم کی خاطر آیا کرتے اور اس طرح اسے مختلف تہذیبوں کا سنگم بھی کہا جا سکتا ہے۔[عزیز ملک، پوٹھوہار، بحوالہ سابقہ ،ص ۱۱۷]

۲۲۔ عزیز ملک، *راول دیس*، ص ۱۱۵

۲۳۔ ایضاً، ص ۱۱۶

۲۴۔ ایضاً

۲۵۔ کرم حیدری، *سرزمین پوٹھوہار*،ص ۱۰۶

۲۶۔ عزیز ملک، *راول دیس*،ص ۱۸۶

۲۷۔ کرم حیدری، *سرزمین پوٹھوہار*،ص ۱۰۷

۲۸۔ عزیز ملک، *راول دیس*، ص ۱۱۶

۲۹۔ عزیز ملک، *کارواں*، اسلام آباد: دیا پبلی کیشنز ،اشاعت اول، ۱۹۹۲ء ص ۲۰

۳۰۔ عزیز ملک، *راول دیس*،ص ۱۱۶

۳۱۔ ایضاً، ص ۱۱۷

۳۲۔ ایضاً

۳۳۔ جہاں دیگر پنجابی شہر کہنے والو ں نے سائیں احمد علی سے اصلاح لی وہاں محمد ذاکر جو کرکٹ کامشہور کھلاڑی تھا ،بھی سائیں کا شاگرد تھا۔[عزیز ملک، *راول دیس*، ص ۱۱۶]

۳۴۔ عزیز ملک، *کارواں*،ص ۲۵

۳۵۔ عزیز ملک، *راول دیس*،ص ۱۱۸

۳۶۔ راولپنڈی میں سائیں کی آمد کا زمانہ تقریباً وہ ہے جب میاں محمد صاحبؒ کے انتقال پر ابھی آٹھ دس برس گزرے تھے۔ اصناف سخن میں سے سائیں نے چہار بیتی کو منتخب کرلیا تھا۔ آغاز میں اس نے فارسی آمیز ''ہندکو'' میں شعر کہنے کی مشق کی مگر جلد ہی قلب پنجاب میں بولی جانے والی کھری اور ٹھیٹ پنجابی کو اپنا لیا اور اس شان سے اپنایا کہ اس کی شہرت کا آفتاب پانچ دریاؤں کی سرزمین پر پوری تابانی کے ساتھ طلوع ہوگیا۔ [عزیز ملک، *کارواں*، ص ۲۳]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳۷۔ عزیز ملک، *کارواں*، بحوالہ سابقہ،ص ۲۴

۳۸۔ میں ہسناں واں ایس گل ولوں مینوں ویکھ مخلوق پئی ہسدی اے
لوکی وسدے تے میں ویران ہوناں گل ایہہ کوئی میرے وس دی اے
جنہوں ڈھونڈناں اوہ تے لبھدا نئیں باقی کھیڈ سب کوڑ ہوس دی اے
سائیاں لکھت پیشانی دی پیش آ گئی جو میں ویکھ رہیاں اوہ پئی دسدی اے
عزیز ملک، *کارواں*، ص ۲۴

۳۹۔ عزیز ملک، *کارواں*، ص ۲۴

۴۰۔ (الف) بشیر سیفی، *شعرائے راولپنڈی*، راولپنڈی: شاخسانہ پبلشرز،اشاعت اول، ۱۹۸۲ء ص ۱۲
(ب) اس علاقے میں تصوف کا چراغ روشن کرنے والے اولیاء اللہ کے کام کو فروغ دینے والے اور خلق اللہ کی رہنمائی کرنے کے لئے زندگی وقف کرنے والے حضرت پیرمہرعلی شاہؒ کی پیدائش ۱۸۵۹ء میں ہوئی۔ قرآن کریم، تفسیر، حدیث ،فقہ، فارسی وعربی وغیرہ کی تعلیم کی تکمیل کے بعد آنجناب نے منازل سلوک طے کیں اور علم و معرفت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ آپ کو شعر و ادب سے طبعی مناسبت تھی۔ پنجابی، فارسی اور اردو میں شعر کہتے تھے۔ آپ اس علاقے کے پہلے صاحب دیوان شاعر ہیں۔ [قمر رعینی، *تذکرہ نعت گویانِ راولپنڈی*، اسلام آباد، راولپنڈی :انجم پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء، ص ۲۳]

۴۱۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے دو برس بعد ۱۸۵۹ء میں حضرت پیر مہر علی شاہؒ کی ولادت ہوئی فقہ حدیث تفسیر، معقولات، منقولات، منطق، فلسفہ اور طبیعات کی تکمیل کے طریقت میں قدم رکھا اورحضرت شمس الدین سیالویؒ سے بیعت ہوئے۔ شیخ طریقت سے خلافت و اجازت کے بعد وطن واپس آ کر گولڑہ شریف میں علوم شریعہ کی ایک مثالی درسگاہ قائم کی جس میں طلباء کو خود درس دیتے رہے۔ گولڑہ شریف مارگلہ کے دامن میں ہے۔(عزیز ملک، *پوٹھوہار*، ص ۲۰)

۴۲۔ عزیز ملک، *کارواں*،ص ۲۹

۴۳۔ ایضاً، ص ۳۰

۴۴۔ رجب علی جوہر نے پنجابی کے علاوہ دیگر زبانوں فارسی، کشمیری اور پشتو میں بھی اشعار کہے۔ پنجابی میں وہ ابتداً احمد علی سائیں سے بھی مشورہ کرتے اور اصلاح لیتے رہے۔عزیز ملک لکھتے ہیں ۱۹۱۶ء میں راولپنڈی میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا عظیم اجتماع ہوا۔ جوہر سامعین کے درمیان بیٹھے تھے کہ سٹیج پر سے انہیں شعر سنانے کیلئے پکارا گیا۔ اس وقت چندہ کی اپیل کا مرحلہ جاری تھا۔ جوہر اٹھے اور یہ شعر پیش کیا۔

جلسہ ہو میری قوم کا اور چپ رہوں جوہر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا بھی کچھ گرا ہوا انساں نہیں ہوں میں

عزیز ملک کارواں ،ص ۳۱

۴۵۔ عزیز ملک، کارواں وکیس،ص ۱۲۰

۴۶۔ ایضاً، ص ۱۲۰

۴۷۔ ایضاً

۴۸۔ بشیر سیفی،شعرائے راولپنڈی ،ص ۱۲

۴۹۔ ایم آر شاہد،شہرخموشاں کے مکیں، لاہور: الفیصل پبلشرز، سن اشاعت ن۔د، ص ۸۷

۵۰۔ بشیر سیفی،شعرائے راولپنڈی، ص ۱۴

۵۱۔ ایضاً، ص ۶۴

۵۲۔ عزیز ملک، راول دیس، ص ۱۲۱

۵۳۔ کرم حیدری، سرزمین پوٹھوہار،ص ۱۰۵

۵۴۔ عزیز ملک، کارواں دیس،ص ۱۲۱

۵۵۔ بشیر سیفی،شعرائے راولپنڈی ،ص ۱۴

۵۶۔ عزیز ملک، کارواں، ص ۸۰

۵۷۔ راولپنڈی میں مستقل قیام سے پہلے وہ اسلامیہ کالج لاہور کے مشاعروں میں تعلیم کے زمانے میں ہی زور و شور سے حصہ لے چکے تھے۔ راولپنڈی آنے کے بعد مقامی شعراء میں سے طاہر جو''بزم ادب'' کے سیکرٹری تھے، انہوں نے فراخدلی کے ساتھ ضیا کو مشاعروں میں نمایاں حیثیت دی اور خاص طور پر ایسی نشستوں کا اہتمام بھی کیا جن میں ضیا سے صرف ڈرامہ ہی سنا گیا۔

عزیز ملک، کارواں، ص ۸۲

۵۸۔ بشیر سیفی،شعرائے راولپنڈی، ص ۶۰

۵۹۔ عزیز ملک، راول دیس، ص۱۲۲

۶۰۔ ایضاً، ص ۱۲۳

۶۱۔ عزیز ملک، کارواں،ص ۸۸

۶۲۔ ایضاً

۶۳۔ محمد ایوب محسن، کلام فطرت، راولپنڈی:بزم علم وفن پاکستان،اشاعت اول، ۱۹۸۷ء، ص ۳۱

۶۴۔ عزیز ملک، راول دیس،ص۱۲۶

۶۵۔ ایضاً۔

۶۶۔ بشیر سیفی،شعرائے راولپنڈی،ص ۱۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۶۷۔ کرم حیدری، *سرزمین پوٹھوہار*،ص ۱۱۲
۶۸۔ ایضاً، ص ۱۱۳
۶۹۔ ایضاً، ص ۱۱۴
۷۰۔ جنید آزر، *اسلام آباد: ادبی روایت کے پچاس سال*، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،اشاعت اول، ۲۰۱۰، ص ۲۰
۷۱۔ کرم حیدری، *سرزمین پوٹھوہار*، ص ۱۱۶
۷۲۔ عزیز ملک، *کارواں*، ص ۱۳۱
۷۳۔ کرم حیدری، *سرزمین پوٹھوہار*،ص ۱۲۰
۷۴۔ جنید آزر، *اسلام آباد: ادبی روایت کے پچاس سال*،ص ۲۴۔
۷۵۔ عزیز ملک، *کارواں* ،ص ۱۳۴
۷۶۔ سہام راولپنڈی کا ایک قدیم گاؤں ہے جو پشاور روڈ پر واقع ہے اور برسوں سے آباد ہے۔ جہاں سے باقی صدیقی کے علاوہ نامور شعراء ادبی و شعری منظرنامے پر نمودار ہوئے۔
۷۷۔ کرم حیدری، *سرزمین پوٹھوہار*،ص ۱۱۸
۷۸۔ عزیز ملک، *کارواں*،ص ۶۳
۷۹۔ عزیز ملک، *راول دیس*،ص ۱۲۸
۸۰۔ ایضاً، ص ۱۸۹
۸۱۔ ایضاً، ص ۱۹۰
۸۲۔ ایضاً، ص ۱۹۴
۸۳۔ بشیر سیفی،*شعرائے راولپنڈی*، ص ۷۱
۸۴۔ رشید ساقی، *سوزِ دروں اسلام آباد: پیپر کمیونی کیشن سسٹم*، اشاعت اول، ۲۰۰۳، ص ۲۸
۸۵۔ ایضاً، ص ۳۱
۸۶۔ ایضاً، ص ۱۶
۸۷۔ جنید آزر، *اسلام آباد: ادبی روایت کے پچاس سال*، ص ۲۴
۸۸۔ مقالہ نگار کا ڈاکٹر جمیل اختر سے مکالمہ، بتاریخ ۱۸ دسمبر۲۰۱۶ء، بمقام راولپنڈی
۸۹۔ شوکت واسطی، کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے، اسلام آباد:بزم علم و فن پاکستان، باراشاعت ن۔د، ۲۰۰۱، ص ۴۸
۹۰۔ ایضاً، ص ۵۸
۹۱۔ مقالہ نگار کا امین راحت چغتائی سے مکالمہ، بتاریخ ۱۲نومبر۲۰۱۶ء ،بمقام راولپنڈی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹۲۔ صادق نسیم،''محسن جی'' ،مشمولہ گل بکف ۹، اسلام آباد: بزم علم وفن پاکستان، ۲۰۰۰ء، ص ۴۷

۹۳۔ ۱۹۶۴ء میں ایوب محسن نے اس وقت کے مشرقی پاکستان کا دورہ کیا، ان کے ہمراہ شوکت واسطی، صادق نسیم اور محسن احسان بھی تھے جن کا مقصد مشرقی پاکستان کے ادیبوں سے ملنا اور تہذیبی، ثقافتی اور سیاسی صورتحال کا جائزہ لینا تھا۔ قافلے کے سالار ایوب محسن تھے۔
محسن احسان،''ہیراآدمی'' مشمولہ گل بکف ۹، ص ۶۷

۹۴۔ محسن احسان ،''ہیراآدمی''، ص ۶۷

۹۵۔ ''کلام فطرت''، عبدالعزیز فطرت کی وہ کتاب ہے جسے ان کے انتقال کے بعد ایوب محسن نے مرتب کر کے شائع کیا۔

۹۶۔ ''راہ و منزل'' سہ روزہ پرچہ تھا، اسے ایوب محسن نکالا کرتے تھے جو ۱۹۴۸ء سے شائع ہوتا رہا۔ یہ پرچہ ٹرانسپورٹ کے معاملات اور مسائل کے حوالے سے تھا۔[مقالہ نگار کا نسیم سحر سے مکالمہ]

۹۷۔ ہارون الرشید تبسم،''انسانی اقدار کا پاسدار''، مشمولہ گل بکف ۹، ص ۶۸

۹۸۔ عزیز ملک، *راول دیس*، ص ۲۰۱

۹۹۔ ایضاً، ص ۲۰۲

۱۰۰۔ بشیر سیفی، *شعرائے راولپنڈی*، ص ۲۴

۱۰۱۔ عزیز ملک، *راول دیس*، ص ۱۹۹

۱۰۲۔ ایضاً، ص ۲۰۳

۱۰۳۔ عزیز ملک، *کارواں*، ص ۳۳

۱۰۴۔ ایضاً، ص ۵۷

۱۰۵۔ ایضاً، ص ۶۹

۱۰۶۔ مقالہ نگار کا امین راحت چغتائی سے مکالمہ

۱۰۷۔ ایضاً

۱۰۸۔ بشیر سیفی، *شعرائے راولپنڈی*، ص ۷۶

۱۰۹۔ عزیز ملک، *کارواں*، ص ۱۱۵-۱۱۶

۱۱۰۔ عزیز ملک، *راول دیس*، ص۲۰۴

۱۱۱۔ ایضاً، ص ۲۰۷

۱۱۲۔ عزیز ملک، *کارواں*، ص ۱۰۱

۱۱۳۔ بشیر سیفی، *شعرائے راولپنڈی*، ص ۸۲

۱۱۴۔ عزیز ملک، *راول دیس*، ص ۱۹۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۱۵۔ جنید آذر، *اسلام آباد: ادبی روایت کے پچاس سال*، ص ۲۷
۱۱۶۔ بشیر سیفی،*شعرائے راولپنڈی*، ص ۳۹
۱۱۷۔ ایضاً، ص ۳۹
۱۱۸۔ سہ ماہی فنون، "*جدید غزل نمبر*" ۱۹۶۸ء، ص ۱۵۶۲
۱۱۹۔ ایضاً، ص ۱۲۳۱
۱۲۰۔ ایضاً، ص ۱۵۵۶
۱۲۱۔ ایضاً، ص ۱۲۳۰
۱۲۲۔ ایضاً، ص ۱۳۸۳
۱۲۳۔ بشیر سیفی،*شعرائے راولپنڈی*، ص ۹۵
۱۲۴۔ سرو سہارنپوری، *پیمانہ وفا، راولپنڈی: ناشر حکیم محمد سہارنپوری*، ص ۴۲
۱۲۵۔ آصف مغل، ڈاکٹر رشید نثار اور حلقہ ارباب ذوق راولپنڈی، ادبی صفحہ روزنامہ نوائے وقت راولپنڈی/
اسلام آباد، مجریہ۲۹ جنوری، ۲۰۱۴
۱۲۶۔ بشیر سیفی،*شعرائے راولپنڈی*، ص ۱۰۴
۱۲۷۔ خاور اعجاز،*انفرادی مطالعے*، ص ۲۵۱
۱۲۸۔ بشیر سیفی،*شعرائے راولپنڈی*، ص ۱۱۵
۱۲۹۔ ایضاً، ص ۱۱۹
۱۳۰۔ خاور اعجاز،*انفرادی مطالعے*، ص ۶۳
۱۳۱۔ ایضاً ،ص۲۴
۱۳۲۔ ایضاً، ص ۱۷
۱۳۳۔ ایضاً
۱۳۴۔ ایضاً، ص ۱۰۵
۱۳۵۔ ایضاً، ص ۶۵
۱۳۶۔ نسیم سحر، *پہلی اڑان*، راولپنڈی: شاخسار پبلشرز، ۱۹۷۷، ص ۹
۱۳۷۔ ایضاً، ص ۲۹
۱۳۸۔ بشیر سیفی،*شعرائے راولپنڈی*،ص ۵۳
۱۳۹۔ ڈاکٹر فہیم اعظمی،*غریب الوطن ادیب*،کراچی: نقوش نقوی، ۱۹۸۶ء، ص ۷۹
۱۴۰۔ ایضاً، ص ۱۰۰
۱۴۱۔ ایضاً، ص ۱۰۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۱۴۲۔ ایضاً، ص ۴۳
۱۴۳۔ مقالہ نگار کا منور ہاشمی سے مکالمہ، بتاریخ ۱۹فروری ۲۰۱۷،بمقام اسلام آباد
۱۴۴۔ قمرالطاف،*غزل اے غزل*، اسلام آباد: دنیائے اردو پبلی کیشنز،اشاعت اول، ۲۰۱۶ء،ص ۴۱
۱۴۵۔ مقالہ نگار کا نسیم سحر سے مکالمہ
۱۴۶۔ ڈاکٹر فہیم اعظمی،*غریب الوطن ادیب*، ص ۱۷
۱۴۷۔ ایضاً، ص ۱۲۹
۱۴۸۔ ایضاً، ص ۰۶
۱۴۹۔ ایضاً، ص ۰۷
۱۵۰۔ رپورٹ عالمی مشاعرہ، بزم ادب الامارات ابوظہبی -دبئی، مطبوعہ، ۱۹۸۲ء۔ ص ن۔د
۱۵۱۔ تسلیم الٰہی زلفی،*نسیم سحر، شخصیت، فن، تخلیقات*، ص ۶۸
۱۵۲۔ نسیم سحر،*نعت نگینے*، راولپنڈی : رومیل ہاؤس آف پبلی کیشنز،اشاعت اول، ۲۰۱۴، ص ۴۹
۱۵۳۔ نسیم سحر،*جگنو دیئے ستارے*، لاہور: پاکستان بکس اینڈ لٹریری ساؤنڈز،اشاعت اول، ۱۹۹۳ء ص ۱۴۲

© rasailojaraid.com